

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
صَلَوَاتُهُ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰهُ

# شہادتِ امام حسین

حقائق واقعات کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تحریر

محمد معراج الاسلام

شیخ الحدیث دی منہاج یونیورسٹی لاہور

## منہاج القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماذل ہاؤن لاہور، فون: 5168514، 5169111-3

یوسف مارکیٹ، غزلی سڑک، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

[www.Minhaj.org](http://www.Minhaj.org) - [www.Minhaj.biz](http://www.Minhaj.biz)

## جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	شهادت امام حسین
خطابات	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	شیخ الحدیث مولانا محمد معراج الاسلام
ناقل	:	شوکت علی قادری
مگر ان طباعت	:	محمد جاوید کھانہ
زیرِ اعتمام	:	فرید ملت ریسرچ انسٹیوٹ
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
مگر ان طباعت	:	شوکت علی قادری
اشاعت آول ٹکٹ	:	11,400.....
اشاعت بیشم	:	اپریل 2003ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	40/- روپے



نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطابات و پیغمبر کے آذیو / دیہیو  
کیسیں اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے  
تحریک منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔ (ڈاکٹر یکٹر منہاج القرآن پبلیکیشنز)



مَوْلَانَا صَلَّى وَسَلَّمَ دَائِمًا أَبَدًا  
عَلَى حِيْدِيكَ خَيْرِ الْخُلُقِ كُلِّهِمْ  
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ  
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرُبٍ وَمِنْ عَجَمٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَصْفَارُهُ بَازِلُ الْمُسْلِمِينَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نو ٹیکسٹ نمبر ایس او (پی۔۱۔۲) پی ۸۰/۱-۲ جولائی ۱۹۸۳ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چھٹی نمبر ۷-۸-۲۰-۲ جزل وایم ۹۷۰/۷-۶۲، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۴ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چھٹی نمبر ۱۱-۲۲۳۱۱-۲۷ این۔۱/۱ے ڈی (لائبریری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چھٹی نمبر سیت / انتظامیہ ۶۳-۶۱/۸۰۶۱، مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

# فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	<u>پہلا خطاب</u>	
۷	خلافت راشدہ کی مدت	
۹	مرکز خلافت کی کوفہ منتقلی	
۱۱	نئے متحارب گروں کا ظہور	
۱۲	۶۰ ہجری کے اختتام سے پناہ مانگنے کا حکم	
۱۵	مدینہ کے گورنر کے نام میزید کا خط	
۱۷	امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی	
۱۸	اہل کوفہ کی میمنانگ اور دعوت	
۱۹	کوفہ جانے کے لئے امام پاک کا فیصلہ	
۲۰	امام مسلمؓ کا کوفہ میں والہانہ انتقال	
۲۱	کوفہ کے گورنر کی معزولی اور ابن زیاد کا تقرر	
۲۲	ابن زیاد کا کوفہ میں داخلہ	
۲۳	<u>دوسرा خطاب</u>	
۲۵	ابن زیاد کی مکروہ سازشیں	
۲۷	اہل کوفہ کی بے وقاری	
۲۸	حضرت مسلمؓ کی شہادت	
۲۹	امام مسلمؓ کے دو صاحبزادے	
۳۰	صاحب زادوں کی شہادت	
۳۲	سوئے کوفہ روانگی	
۳۵	راہ رخصت اور راہ عزیمت	
۳۵		

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۸	مکہ سے کر بلا تک نو اور دس محرم کے واقعات	
۳۹		<u>تیرا خطاب</u>
۴۰	حضرت حرمؑ کی توبہ	
۴۱	حضرت عباسؓ کی اذیت سے صدمہ	
۴۲	حضرت حمزہؓ کے قاتل کو تنبیہ	
۴۳	حضرت ابن عباسؓ کی روایت	
۴۴	حضرت ام سلمہؓ کی روایت	
۴۵	شہادت کے بعد تاریکی اور خون کی بارش	
۴۶	سر حسینؑ کا سفر	
۴۷	سفیر روم کی حیرت اور تقدید	
۴۸	ایک یہودی کی لعنت ملامت	
۴۹	یزید کی منافقانہ سیاست	
۵۰	سر حسینؑ کی اعجازی شان	
۵۱	یزید کی فرعونیت و گمراہی کی تفصیلات	
۵۲	مسلم بن عقبہ کا انجام	
۵۳	یزید کا عبرتناک انجام	
۵۴	یزیدیت، مردہ باد	
۵۵	حسینیت زندہ ہے	



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ اسلام میں بے شمار شہادتیں ہوئیں اور ہر شہادت اپنی جگہ ایک نمایاں اہمیت، انفرادی قدر و منزلت اور مقام کی حامل ہے۔ ہر شہادت میں اسلام کی بقاء، دوام، آقائعلیٰ کے دین اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کی حیات جاؤداں کا راز پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ہر شہادت اپنی جگہ اہم شمار کی جاتی ہے لیکن شہادت امام حسینؑ کا واقعہ کئی اعتبار سے دیگر تمام شہادتوں سے مختلف اور منفرد ہے۔ اس کی انفرادیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ خانوادہ رسول ﷺ کے چشم و چراغ تھے اور ایسے چشم و چراغ کہ جنہوں نے براہ راست حضور ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی، آپ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی، آپ کے لعاب دہن کو اپنی غذا بنایا تھا اور جنمیں حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے غربت، پردویں اور مظلومیت کی حالت میں یزیدیوں کے ہاتھوں شہادت باقی شہادتوں پر ایک نمایاں فویت اور برتری رکھتی ہے۔

### خلافت راشدہ کی مدت

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد قائم ہونے والے دور حکومت کی پہلے ہی نشاندہی فرمادی تھی۔ حضرت سفینہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:  
 الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتٍ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ مَيْرِي امْتٍ مِّنْ خِلَافَةٍ تَمِّسُّ بِرِسْتِكَ رَبِّيْ گی، پھر اس کے بعد ملوکیت ہو ملک بعد ذالک۔

گی۔ (جامع الترمذی، ۲۵:۲)

(مند احمد بن حبیل، ۲۲۱:۵)

(دلائل النبوة للبيهقی، ۳۷۲:۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون ملکا  
میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے  
گی پھر ملوکیت آجائے گی۔

(مشکوٰۃ المصانع: ۳۶۳)

(فتح الباری، ۸:۷۷)

(فتح الباری، ۱۲:۲۸۷)

(فتح الباری، ۱۳:۲۱۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ آپ کے بعد تیس سال تک ہو گی، اس کے بعد دور ملوکیت کا آغاز ہو گا۔ خیر و فلاح پر منی طرز حکومت بدل دیا جائے گا اور امت مسلمہ میں سیاسی اقتدار کی جوشکل رواج پائے گی وہ ملوکیت کی صورت میں ہو گی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ ۲ برس ۳ ماہ ۱۰ دن تک تخت خلافت پر متمکن رہے، پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۰ برس ۲ ماہ ۳ دن تک اس منصب کو زینت بخشی، پھر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ کا دور آیا اور آپؐ ۱۱ برس ۱۱ ماہ ۲۸ دن تک خلیفہ رہے۔ آپؐ کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؓ ۲ برس ۹ ماہ تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور تبلیغ دین کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے بڑی جانشنازی، جرأت و همت اور نہایت جوش و جذبے کے ساتھ وہ سب کچھ کیا۔ آپؐ کی شہادت کے بعد آپؐ کے صاحبزادے حضرت امام حسنؑ نے یہ عہدہ سنبھالا اور تقریباً چھ ماہ

اس منصب پر فائز رہے، سیدنا امام حسنؑ کے دورِ خلافت کے ۲۰ ماہ شمار کر کے تیس برس پر مشتمل یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔

حضرت علی شیر خداؑ کے اعلانِ خلافت کے ساتھ ہی ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا اور حضرت علیؑ کو خلیفہ تسلیم نہ کیا۔ اس پر امت مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت بہر طور سیدنا علیؑ کا حق تھا آپ ہی خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا یہ فیصلہ اور اقدام جمیع ائمہ اہل سنت کے ہاں اجتہادی خطاب پر محظوظ کیا جاتا ہے۔

علامہ تقیازی لکھتے ہیں:

وَالذِّي اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْحَقِيقَةِ  
الْمُصِيبُ فِي جَمِيعِ ذَالِكَ  
عَلَى  
أَهْلِ الْحَقِيقَةِ اَسْبَابُ اَتَّفَاقَ عَلَيْهِ  
كَمَا اَتَّفَقَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْحَقِيقَةِ  
عَلَى اَهْلِ الْحَقِيقَةِ

(شرح القاصد، ۲:۳۰۵)

حضرت امیر معاویہؓ کے جداگانہ اعلانِ حکومت کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ ان کی کشکش کا آغاز ہو گیا جس کے نتیجے میں جنگِ جمل اور جنگِ صفين جیسے چھوٹے بڑے معرکے ہوئے۔

## مرکز خلافت کی کوفہ میں منتقلی

حضرت علیؑ نے اپنے دور میں تخت خلافت مدینہ طیبہ سے منتقل کر کے کوفہ میں قائم کر لیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دار الحکومت دمشق تھا جو کہ مدینہ سے بہت دور اور لمبی مسافت پر تھا۔ اس قدر دور رہ کر پوری خلافت کے انتظام و انصرام میں دشواری ہوتی تھی چنانچہ اس دشواری اور اس علاقے میں بنا

ہونے والی مسلسل بغاوتوں پر قابو پانے کے پیش نظر آپ نے دار الحکومت کوفہ منتخب فرمایا، درآں محالیکہ حجاز اور حرمین کے علاقے پر امن تھے۔ جب حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کا مرکز کوفہ قرار دیا تو وہ جو خود کو شیعائی علیؑ (حضرت علیؑ کا گروہ) کہلانے۔ والے تھے اطرافِ عالم سے سست کر حضرت علیؑ کے قرب کے خیال سے کوفہ میں جمع ہونے لگے اور کثرت کے ساتھ انہوں نے کوفہ میں سکونت اور رہائش اختیار کی۔ اس طرح کوفہ شیعائی علیؑ کا مرکز بن گیا۔

### نئے متحارب گروہوں کا ظہور

اس دور مناقشہ میں چار جماعتیں وجود میں آئیں جن میں ایک جماعت ایسی تھی جس نے کھل کر حضرت علیؑ کی حمایت اور بنو امیہ و دیگر شخصیات کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ اس جماعت نے خود کو شیعائی علیؑ کی جماعت قرار دیا اور اسی سیاسی حمایت کی بنا پر آگے چل کر یہ جماعت شیعائی علیؑ قرار پائی۔

یاد رہے کہ شیعائی علیؑ کا نام جو اس وقت معروف ہوا اس سے فقہی اور مذہبی نقطہ نظر سے وہ شیعہ کتب فکر مراد نہیں تھا جو بعد میں باقاعدہ فقہ کی تدوین و تالیف کے بعد وجود میں آیا بلکہ اس سے مراد حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف کے وقت حضرت علیؑ کی مخالفت کی سیاسی حمایت کے طور پر پیدا ہونے والا گروہ ہے۔

دوسرا طبقہ بنو امیہ کی حمایت پر وجود میں آیا۔ پہلے پہل یہی دو گروہ آپس میں متصادم ہوئے۔ اسی دور میں ایک تیسرا طبقہ بھی وجود میں آیا جس نے حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کی مخالفت کی۔ اس طبقے نے ان دونوں ہستیوں کے خلاف ایک مسلح کشکش کا آغاز کیا یہ طبقہ 'خوارج' کہلاتا ہے۔ یہ خارجی نماز، روزے

اور زکوٰۃ کے پابند تھے، نوافل، تہجد، کثرت ذکر اور کثرت تلاوت جیسے اعمال بھی بجائے تھے، **إِنَّ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ** کی حکمرانی کا نعرہ بلند کرتے تھے لیکن (معاذ اللہ) حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کو واجب القتل اور کافر گردانے تھے۔ چو تھا طبقہ کثیر صحابہ اور ان کے تبعین کا تھا جو حضرت علیؑ کی خلافت کو برحق جانتے تھے لیکن حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی خاموش تھے۔

## ۶۰ ہجری کے اختتام سے پناہ مانگنے کا حکم

حضرت امام حسینؑ کی شہادت عظیٰ کی یہ ایک منفرد خوبی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفصیلات بہت پہلے بتا دی تھیں تا آنکہ جزئیات تک سے خواص اہل بیت واقف ہو چکے تھے اور انہیں بخوبی پہلے چل چکا تھا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ ان حیرت انگیز قیل از وقت تفصیلات کو مجرماً نہ پیشیں گوئی کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میدانِ صفين کی طرف جاتے ہوئے راستے میں حضرت علی شیر خداؑ نے کربلا کے ان مقامات تک کی نشاندہی کر دی تھی جہاں ان حضرات کو شہید ہونا تھا۔

ان واقعات کا بنظر غائر جائزہ لینے سے پہلے چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیگر تفصیلات کے ساتھ بعض خاص لوگوں کے مدد و سال سے بھی آگاہ کر دیا تھا اور وہ حصتی طور پر جانتے تھے کہ یہ افسونا ک سانحہ کب وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی ان خاص لوگوں اور محروم راز دوستوں میں سے تھے جنہیں اچھی طرح علم تھا کہ سن ۶۰ ہجری کے اختتام تک سیاسی و ملکی حالات متحكم نہیں رہیں گے بلکہ ان میں نمایاں تبدیلی آجائے گی۔ حکومت کی باگ ڈورائیے غیر صالح۔

او باش اور نو عمر لوگوں کے ہاتھ میں آ جائے گی جن کے پیش نظر امانتِ الہیہ نہیں بلکہ عقیش زندگی ہو گی اور وہ اقتدار کو عیش و عشرت، شراب و کباب، بدمعاشی، آوارگی، بدکاری اور عوام پر ظلم و ستم ڈھانے کے لئے بے دریغ استعمال کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

أعوذ بالله من رأس الستين و  
میں ساٹھ ہجڑی کے اختتام اور نو عمر  
لوگوں کی امارت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ  
امارة الصبيان۔  
ماگنٹ ہوں۔ (فتح الباری، ۲۱۴:۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بازار سے گزرتے ہوئے  
یہ دعا کیا کرتے تھے:  
اللهم لا تدرکنی سنة ستین ولا  
لمارت کے زمانہ کونہ یاؤ۔  
امارة الصیبان۔

ان کا مدعایہ تھا کہ ایک خوفناک دور شروع ہونے والا ہے، جس میں اوباش لڑکے سلطنت و حکومت پر قابض ہوں گے۔ جس سے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان ہو گا، ایسے اوباش لڑکوں کے بارے میں حضور ﷺ نے پہلے سے خبردار فرمادیا تھا:

۱۔ هلاک هذه الامة على يدی اس امت کی ہلاکت قریش کے او باش  
أغیلمة من قريش۔ نوجوانوں کے ہاتھوں ہو گی۔

(صحیح البخاری، ۵۰۹:۱)

(صحیح البخاری: ۲، ۱۰۳۶)

(المصدر للكتاب، ٢٤٦:٢)

(معجم الصغير للطبراني، ۲۳۵:۱)

(مندللطیلی، ۳۲۷:۱)

میری امت کی ہلاکت قریش کے  
اوباش نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔

۲۔ هلاک امتی علی یدی غلمة  
من قریش۔

(المصدر للحاکم، ۵۲۸:۲)

(مندل الفردوس للدبلی، ۳۳۶:۲)

بیک میری امت میں جھگڑا و فساد بے  
وقوف او باش نوجوانوں کے ہاتھوں  
برپا ہو گا۔

۳۔ إن فساد أمتی علی یدی  
أغیلمة سفهاء۔

(مندل احمد بن حبیل، ۳۰۳:۲)

(مندل احمد بن حبیل، ۳۸۵:۲)

(صحیح ابن حبان، ۱۰۸:۱۵)

(الآثار الخالکبیر، ۳۰۹:۷)

بیک میری امت کی ہلاکت یا (اس  
کا) فساد قریش کے بے وقوف اور  
او باش حکمرانوں کے ہاتھوں ہو گا۔

۴۔ إن هلاک امتی أو فساد أمتی  
رؤوس أمراء أغیلمة سفهاء  
من قریش۔

(مندل احمد بن حبیل، ۲۹۹:۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اہل عرب کے لئے اس شرکی وجہ سے  
تباہی و بر بادی ہے جو سن ۶۰ ہجری  
کے اختتام پر قریب آچکی ہے، امانت

ویل للعرب من شر قد اقترب  
علی راس ستین تصیر الامانة  
خنیمة والصدقة غرامة و الشهادة

بالمعرفة والحكم بالهوى  
 کو مال غنیمت اور صدقہ (وزکوٰۃ) کو  
 توان خیال کیا جائے گا اور گواہی  
 (شخصی) جان پچان کی بنا پر ہوگی اور  
 فیصلہ (ذاتی) خواہش کی بنا پر ہو گا۔

حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 یقتل حسین بن علی علی رأس (میرے جگر گوشہ) حسین بن علی کو  
 سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا  
 لبجم الکبیر للطبرانی (۱۰۵:۳)

(تاریخ بغداد، ۱۴۲:۱)

(مجمع الزوائد للبيشی، ۱۹۰:۹)

یہی روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مردی ہے:

یقتل حسین بن علی علی رأس (میرے جگر گوشہ) حسین بن علی کو  
 سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا  
 ستین من مهاجری حین یعلوه  
 القتیر، القتیر الشیب۔  
 (او باش) (من الدرود للدبلی، ۵۲۹:۵)

حضور ﷺ کے اس پیشین گوئی کے مطابق سن ۶۰ ہجری میں قبیلہ قریش کی  
 شاخ بنو امية کا او باش نوجوان یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا، اور ۶۱ ہجری کے ابتدائی  
 دس دنوں میں سانحہ کر بلہ پیش آیا جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے یزید  
 کی حکومت سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا تھا اور بتا دیا تھا کہ یہی وہ شخص ہو گا جو اہل بیت  
 کے خون سے ہاتھ رنگے گا، چنانچہ حضور ﷺ کے حکم کی پیروی میں حضرت ابو ہریرہ

یزید کی نو خیز اور لا ابائی حکومت اور اس کے ظلم و ستم سے بھر پور دور سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ ایک سال پہلے ہی فوت ہو گئے۔

### گورنر مدینہ کے نام یزید کا خط

یزید کی تخت نشینی کے بعد اس کے لئے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعت کا تھا کیونکہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ مزید یہ کہ امت مسلمہ میں یہ ایسی بلند پایہ شخصیتیں تھیں کہ جن سے یزید کو اندویشہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی خود خلافت کا دعویٰ نہ کر دے۔ چنانچہ یزید کے لئے اپنی حکومت کی بقاء اور مضبوطی کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان حضرات سے بیعت لے، اس لئے تخت نشین ہوتے ہی یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر بھیجی اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھی بھیجا کہ:

حضرت امام حسینؑ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے اخذاً شدیداً ليست فيه رخصة و ميرے حق میں بیعت لو اور جب تک وہ میری بیعت نہ کریں انہیں ہرگز حتیٰ یبايعوا۔

مت چھوڑو۔ (تاریخ الطبری، ۲۳۶:۶)

(تاریخ ابن اثیر، ۲:۱۳۷)

(البداية والنهاية، ۸:۱۳۶)

## امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی

مدینہ کے حالات حضرت امام حسینؑ کے حق میں ناسازگار ہو گئے اور آپ نے سوچا کہ ممکن ہے کہ میرے حامیوں اور حکومت کے درمیان ایک مسلح جنگ کی فضا پیدا ہو جائے اور خون خرابہ کی نوبت آ جائے اور میرے نانا کا مدینہ جسے آپ نے حرم قرار دیا تھا جس حرم کے لئے میرے چچا عثمان نے بھی اپنا خون قبول کر لیا تھا، اپنی موت کو بے کسی اور بھی کے عالم گوارا کر لیا تھا لیکن اپنے دفاع میں تکوار اٹھانے کی اجازت نہ دی تھی میں نہیں چاہتا کہ وہ مقدس سر زمین میرے خون سے رکھیں ہو جائے۔

اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ چپکے سے مدینہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ باقی دو صحابہ بھی بیعت کا انکار کر کے ایک طرف ہو گئے اور امام حسین کے حامیوں میں اور آپ کے غلاموں میں چونکہ جوش تھا، آپ روضہ رسول پر حاضری ہوئے اور گنبد خضرا کو مشتا قانہ حضرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر ٹھنڈی سانس لے کر عرض کی: نانا جان! اب آپ کے شہر کے لوگ اور یہاں کے گھر ان مجھے آپ کے قدموں میں نہیں رہنے دیتے پھر حضور اقدس سے اجازت لے کر بوچھل دل اور پنم آنکھوں کے ساتھ اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو ساتھ لے کر مدینے کے حرمت کے تحفظ کی خاطر شہر مکہ کو ہجرت فرمائے اور وہاں پہنچے تو عبداللہ بن زبیر بھی اپنے کئی حامیوں کو تیار کر چکے تھے۔ یزید کو جب عبداللہ بن زبیر کے مکہ پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا لشکر بھیجا اور سپہ سالار کو حکم دیا کہ مکہ کا محاصرہ کر لیا جائے، عبداللہ بن زبیر کو فتح ہوئی لیکن امام حسین اس معركے میں حرم کعبہ کے پیش نظر پھر بھی شریک نہ ہوئے، الگ تھلگ رہے۔

## اہل کوفہ کی میٹنگ اور دعوت

کوفہ شر کے شیعوں علی اور کوفہ اور بصرہ کے پاسیوں کو یہ اطلاع ہو چکی تھی کہ امام حسینؑ نے بزرگی کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ عبد اللہ بن زیدؑ، عبد الرحمن بن الی بکرؑ، عبد اللہ بن عمرؑ نے بھی انکار کر دیا ہے انسیں یہ اطلاع بھی ہو چکی تھی کہ کہ کا پلام مرکز کے عبد اللہ بن زیدؑ نے سر کر لیا ہے اور بزرگی لشکر کو ہاتھی کامنہ دیکھنا پڑا ہے اس پر شیعوں علیؑ کے کوفہ اور بصرہ میں حوصلے بلند ہو گئے انہوں نے فوراً ایک غصہ کو جو کہ شیعوں علیؑ کا سردار تھا سے اپنا لیڈر تسلیم کر لیا اور اسکے مگر ایک میٹنگ طلب کی۔

شیعہ مکتبہ لفڑ کی ایک معتبر تاریخ کی کتاب جمکان جلاء العیون ہے اس میں تفصیل سے یہ واقعات درج ہیں۔ انہوں نے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ حالات ساز گار ہیں معاویہؑ کا انتقال ہو چکا ہے بزرگی تخت نشین ہوا ہے بڑے بڑے جلیل القدر لوگوں نے اسکی بیعت سے انکار کر دیا ہے لواہ گرم ہے اس موقع سے فائزہ اٹھایا جائے سیدنا امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے اور ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور اس طرح بزرگ چیزیں فاقہ و فاجر اور شقی اور بد بخت انسان کی حکومت کا پسہ اپنے گئے کے اندر پھیلیں۔

مسلمان اور بعض دیگر شیعہ لیڈروں نے یہ کہا کہ دیکھ لو کیسیں ایسا نہ ہو ہم لوگ امام حسینؑ سے بے وقاری کر بیٹھیں اگر ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ انکا ساتھ دے سکتے ہو تو پھر اس مہر کی دعوت دے دو، اور اگر حسینؑ اندیشہ ہو کہ جلد حکومت کے سامنے نہیں نظر سو گے اور ان سے جفا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے تو انہیں تکلیف نہ دو، لیکن شیعوں علیؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قیمت پر ان کا ساتھ دیں گے لور ثابت قدم رہیں گے، پس ان فیملوں کے نتیجے میں حضرت امام حسینؑ کو خطوط لکھئے لور و فور بیجیے ان خطوط میں لکھا کر اے ابن علیؑ! ہم آپکے اور آپکے والد گرامی کے شیعہ ہیں معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے اور بزرگی تخت نشین ہوا ہے ہم کوفہ اور بصرہ کے سارے لوگ آپ کی حمایت میں فتح و فتوح اور قلم اور مداد کے خلاف آواز اخوانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ تشریف لا میں ہم آپ

کے دست اقدس پر بیعت کر کے آپ کی خلافت کا اقرار اور اعلان کرنے پر آمادہ ہیں ہم آپ کو امر بالمعروف کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ اس دعوت کے باوجود نہ آئے تو ہم قیامت کے روز آپ کے گریبان تک اپنا ہاتھ لے جائیں گے اور اللہ کی بارگاہ میں جواب طلبی کریں گے۔ کہ ہم نے ظلم کے خلاف آواز بلند کی لور آپ کو امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کی دعوت دی تھی۔ لیکن آپ نے ہماری دعوت پر کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔

## سفر جانے کے لئے امام پاک کا فیصلہ

جب لام حسینؑ کے پاس یہ خط پہنچے تو آپ کی ہمت اور غیرت دینی جوش میں آگئی اور آپ نے ہر پامرuf اور نبی عن المنکر کے لئے علم جہاد بلند کرنا اپنا فرض سمجھ لیا اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر اہلہ و اقارب اور کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں کوفہ کے لوگ بے وفا ہیں۔ جفاکار ہیں انہوں نے آپکے بابر حضور سے بے وقالی کی تھی انہیں غربت پر دلیں اور کسی پرسی کی حالت میں شہادت کے انعام تک پہنچایا تھا۔ اور پھر یہ لوگ وہ ہیں کہ یہ اپنے ظالم بصر کو تخت سے ہٹا کر دعوت نہیں دے رہے اسکی پیروی کا قلاوہ بدستور ان کے گلے میں ہے۔ ان کے سروں پر اس کی غلامی کا سایہ ہے لیکن آپ کو بیار ہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سے بے وقالی کر جائیں اور ظلم و ستم کے مر جکب ہوں حضرت لام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ سنایا لیکن فرمایا کہ اب مجھ پر امر بالمعروف نبی عن المنکر اور دعوت حق کی خاطر علم جہاد کرنا فرض ہو چکا ہے، وہ لوگ جفاکار ہوں یا بے وفا، مجھے انکی بے وقالی سے کوئی سروکار نہیں، قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے سوال کیا جائے کہ تجھے دعوت حق دی گئی تھی اس وقت ظلم و بربریت کا بازار گرم تھا اور سنت نبوی کے خلاف سرکشی ہو رہی تھی اور دین اسلام میں بدعاں و خرافات کو روایج دیا جا رہا تھا قادر نیت "فرعونیت" لور زیدیت دنداری تھی لوگوں کے حقوق سلب ہو رہے تھے آزادیاں چھینی جا رہی تھیں، اسلامی شعار کا مذاق اڑایا جا رہا تھا، اسلام کی حکومت اور اسلام کے قانون کی تفعیک ہو رہی تھی اور حسینؑ! اس وقت تو نے اس بغاوت کے خلاف جہاد کا علم

کیوں بلند نہ کیا؟ اس وقت میں کیا جواب دونگا۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ جانے سے پہلے اپنے پچاڑو مسلم بن عقیلؑ کو حالات کا جائزہ لینے بھیجا ہوں، انہوں نے وہاں سے جو رپورٹ بھیجی پھر اسکے مطابق عمل کروں گا چنانچہ آپ نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ سفارت کے خیال سے بھیجا، اور فرمایا، کہ اے میرے بھائی مسلم! کوفہ جا کر حالات کا جائزہ لو! اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر مجھے مشورہ دو اور مجھے خط لکھو کہ آیا، ان حالات میں میرا وہاں جانا مناسب ہے یا نہیں؟ لوگ یزید کی بیعت توڑنے اور میری بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

### امام مسلم کا کوفہ میں والبادار استقبال

چنانچہ حضرت مسلم بن عقیلؑ پنے کچھ ساتھیوں اپنے دو بیٹوں محمد اور یبراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گئے جب کوفہ پہنچے تو شیعان علی نے آپ کا شاندار استقبال کیا لام حسینؑ کا نمائندہ سمجھ کر جو ق در جو ق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور پہلے ہی دن دس بدرہ ہزار فراود نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر لام حسینؑ کی طرف سے بیعت کر لی۔ آپ نے پہلے دن لوگوں کا شوق، عقیدت و محبت، جوش اور ولود دیکھ کر لام حسینؑ کو خط لکھ دیا کہ بھائی حسینؑ! حالات دعوت حق اور ہر ہماروف کے لئے سازگار ہیں بدرہ ہزار فراود نے پہلے دن میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، ایک لاکھ فراود یزید بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں، آپ بلا تامل اور بلا جھگ تشریف لے آئیں۔ یہ خط لام حسینؑ کو ملا اور آپ کوفہ روانگی کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ لامر یزیدی حکومت کے حامیوں کو حضرت مسلم بن عقیلؑ کی سرگرمیوں کا علم ہو گیا۔

### کوفہ کے گورنر کی معزولی اور اپنے زیاد کا تقرر

کوفہ کا گورنر اس وقت جو شخص تھا اس کا نام نہمان بن بشیرؓ تھا، یہ حضور کے صحابہ اور خانوادہ رسول کے غلاموں میں سے تھا، وہ اگرچہ حکومت کے ایک ذمہ دار عمدے پر فائز تھا، لیکن اس کے دل میں اس عمدے کی محبت نہ تھی، وہ اس پر غلامی رسول اور عشق حسینؑ کو ترجیح دیتا تھا، اتنے مسلم بن عقیلؑ کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی، اور خاموشی سے سب

کچھ گواہ کیا۔

بیرونی حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ کایا پلٹ جانے کا امکان ہے تو وہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کے پاس آئے اور آکر کہا کہ نعمان بن بشیرؓ! کوفہ شریزید کی حکومت سے نکلا جا رہا ہے امام حسینؑ کے حق میں لوگ در جو حق مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں اور تو خاموشی سے تماشاد کیجئے جا رہا ہے، مسلم بن عقیلؑ کو مرفقد کر، اور قتل کر کے ان کا صفائیا کر دے تاکہ فتو و فساد کا امکان نہ رہے۔

نعمانؓ کسی قیمت پر بھی اس اقدام کے لئے آمادہ نہ تھے، انہوں نے ٹالنے کی کوشش کی، فرمایا مسلم بن عقیلؑ نے چونکہ بیعت خفیہ لی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ علی الاعلان انہیں مرفقد کروں، میں بھی خفیہ طور پر کچھ اقدام کروں گا۔ لوگ سمجھ گئے کہ خانوادہ رسول کے خلاف اس غلائی اور محبت رسول کے رشتے سے کوئی اقدام کرنے پر تیار نہیں ہے۔ بیزیدی حکومت کے حامیوں کا یہ وفد بیزید کے پاس پہنچا اور اسکو صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ نعمان بن بشیرؓ تقطعاً خیری حکومت کے مخالفات کے تحفظ پر آمادہ نہیں ہے۔ امام حسینؑ کی آمد آمد ہے اور لوگ مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر جو حق در جو حق بیعت کر رہے ہیں کوفہ اور بصرہ بھی تیرے اقتدار سے نکل جانے کو ہے تو فوراً اس کیلئے کوئی بندوبست کر!۔

بیزید نے اپنے ایک خاندانی غلام کو بلایا، یہ حضرت امیر معاویہؓ کا معتمد غلام تھا بیزید نے اس کی گود میں پرورش پائی تھی، اور یہ اسی کے خاندان کا راز دار تھا، اس محرم راز سے پوچھا کہ حالات یہ ہیں تو بتا کر میں کیا کروں؟ اس نے کہا یہ درست ہے کہ تو زیاد بن ابوسفیان کو اچھا نہیں سمجھتا، تیرے باپ حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کو تیرے دادا ابوسفیان کا بیٹا ظاہر کیا تھا لیکن لوڈی کے بھن سے ہونے کی بنا پر تیرے باپ نے اسے گوارا نہ کیا اور ہمیشہ حقیر نظر دیں سے دیکھا، پھر جب تیرے تخت نشی کا وقت آیا تو زیاد بن ابوسفیان نے تیرے تخت نشی کی بھی مخالفت کی، تو اس وجہ سے بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا، اور اسکے بیٹے عبد اللہ ابن زیاد کو بھی اسی نسبت سے بر اجانبا ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس آڑے وقت میں جس طرح عبد اللہ ابن زیاد تیرے کام آسکتا ہے اور اس ”فتود سازش“ کو جس طرح وہ کچل سکتا ہے کوئی اور اس مسم کو کامیابی سے سر نہیں کر سکتا تو

فوراً کوفہ اور بصرہ کی حکومت عبید اللہ بن زیاد کے پرداز کر دے، اور نعمن بن بشیر رضی کو معزول کر دے، تاکہ ابن زیاد اپنی سخت پالیسی کی وجہ سے اس سازش کو کچل دے بیزید کو یہ مشورہ پسند آیا اس نے فوری خط کے ذریعے نعمن بن بشیر کو معزول کر دیا اور عبید اللہ بن زیاد کو گورنر نہزاد کر دیا۔

### ابن زیاد کا کوفہ میں داخلہ

ابن زیاد بصرہ کا گورنر تھا، کوفہ میں شیعان علی و حسین کا زور توڑنے کے لئے بیزید نے اسے کوفہ کا بھی گورنر بنادیا، اور حکم نامہ بھیجا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر، وہاں کے حالات کو قابو میں لاو۔

جس دن بصرہ میں ابن زیاد کو بیزید کا یہ حکم نامہ ملا، اسی دن بصرہ میں حضرت امام حسین کا قاصد بھی، آپ کا خط لے کر وہاں پہنچا مگر وہ گرفتار کر لیا گیا۔

ابن زیاد نے لوگوں کو مرعوب و خوفزدہ کرنے کیلئے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا،

جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو گرجا!

اے لوگو! مجھے پہچاننے کی کوشش کرو، میں خونخوار سفاک کا بیٹا ہوں، ایک ظالم و جلدی اور قتل و غارت سے دریغ نہ کرنے والے کا بیٹا ہوں، میرا باپ سفاک تھا اور میں بھی سفاک ہوں جو شخص بیزید کی بیعت اور اور حکومت سے روگردانی کرے گا اور امام حسین اور مسلم بن عقیل کی بیعت کی بات کرے گا میں اسکے لکڑے لکڑے کر دوں گا۔ اس کو تباہ و برپا کر کے رکھ دوں گا، صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا، خبردار اسردست میں شر بصرہ اپنے بھائی کے پرداز کر کے جا رہا ہوں تاکہ مسلم بن عقیل کا صفائی کر سکوں اور تمیس تنبیہ کئے جا رہا ہوں کہ بیزید کی بیعت سے کوئی شخص انکار نہ کرے وگرنہ اس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا پھر اس نے اس قاصد کو بلا یا جو امام حسین کا خط لیکر آیا تھا، جمع عام میں کھڑے ہو کر ٹکوار بے نیام کر کے اس قاصد کا سر قلم کر دیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ کوفہ پہنچا تو اس کے پاس پانچ سو آدمیوں کا لشکر تھا قادیہ کے مقام پر بالی لوگوں کو چھوڑ کر سو فرازو کو ساتھ لیا، اور اپنا بیاس اندر کر جا زی بیاس پسنا چڑہ کپڑے میں چھپا لیا، تاکہ لوگوں کو مغالطہ ہو کہ امام حسین آگئے ہیں پھر وہ مغرب اور عشاء کے

در میان کوفہ میں داخل ہوا تو اس وقت لوگ اس چشم و چراغ خانوادہ نبوت امام حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے اور حضرت بھری نگاہوں سے انکی راہ رکھنے رہے تھے۔ جب شام کے اندر میرے میں عبید اللہ ابن زیاد چہرے پر کپڑا ذائقے آیا تو لوگ غلط فہمی کا شکار ہو گئے انہوں نے سمجھا کہ شاید حسین ابن علیؑ آگئے ہیں وہ جو ق در جو ق اس کے پاس آنے لگے کوفہ کے گلی کوچوں میں آوازیں بلند ہو گئیں مر جا بکم، السلام علیک یا ابن رسول! اے رسول پاک کے پیارے بیٹے حسینؑ آپ کی آمد مبارک ہو! ہر طرف شور و غل پا ہو گیا حتیٰ کہ نعمان بن بشیرؓ نے بھی سمجھا کہ امام حسینؑ آگئے ہیں نعمان کو یہ پہنچا تھا کہ یزید ان کے قتل کے در پے ہو چکا ہے اور حالات ناساز گار ہو گئے ہیں اور کوفیوں کی حالت کا بھی انہیں علم تھا جب عبید اللہ ابن زیاد سیدھا نعمان بن بشیرؓ کے محل پر پہنچا تو آپ نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اپر سے آواز دی اے حسین ابن علیؑ! تجھ پر سلام ہو رات کا وقت ہے میری فوج قلعے کے اندر ہے مجھے حالات کی ناساز گاری کا علم ہے، آپ خدار اکوفہ چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں یہاں کے حالات ساز گاڑ نہیں ہیں، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تکولیں یزید کے ساتھ ہیں۔ اور میں یہ نہیں چانتا کہ میری حکومت میں آپ کا سر اقدس قلم ہو جائے، آپ خاموشی سے واپس چلے جائیے۔

ابن زیاد نے حضرت نعمانؓ کی یہ بات سنی تو جل بھن گیا کیونکہ اس میں سے بوئے وفا آری تھی گرج کر بولا! دروازہ کھولو ”میں ابن زیاد ہوں“

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے دروازہ کھول دیا اس نے آتے ہی عددے کا چارج لے کر حضرت نعمانؓ کو معزول کر دیا اور اسی وقت اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ شر میں پھیل جاؤ اور جہاں مسلم بن عقیلؑ پناہ گزیں ہوں ان کو گرفتار کر کے لو آؤ



jabir.abbas@yahoo.com

معزز خواتین و حضرات! اگذشتہ جمعۃ البارک کے خطاب میں ہم نے حقائق و واقعات کی روشنی میں شادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر گفتگو کا آغاز کیا تھا اور یہ سلسلہ وار گفتگو بیان کے اس مرحلہ پر ختم ہوئی تھی کہ جب حالات یزید کے قبو سے پھر ہونے لگے تو یزید نے فہمان بن بشیرؓ کو معزول کر کے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اور درات کے دھنڈ لکھے میں کوفہ پہنچا اور اس نے اپنے منصب کو سنبھال لیا۔

## ابن زیاد کی مکروہ سازیں

اگلے روز ابن زیاد نے کوفہ میں ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا اس میں ہزاروں فراد جمع کر کے اس نے بر طلاق اعلان کر دیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میرا باپ زیاد جلاوجھا، سفاک تھا خون ریز تھا اور میں بھی خون ریز اور سفاک ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم یزید کی بیعت اور اسکی حکومت سے انکاری ہو پس میں تمہیں بختی کے ساتھ اس بات سے منع کرتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص امام حسینؑ کے لئے مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لیگا میں اسکا نام صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ میں تم سب لوگوں کے نام بھی جانتا ہوں اور تمہاری شکلیں بھی پہچانتا ہوں اور تمہارے خاندانوں سے بھی واقف ہوں۔

اسکی اس اہمیت تک گفتگو کے نتیجے میں وہ ہزاروں کوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت اور غیر شر و ط و فداری کے علم پردار تھے۔ وہ اپنی بزدی کے باعث انہیں قدموں پر پیچھے ہٹ گئے اور بت سے لوگ خوف کے مارے چھپ گئے۔

بعد ازاں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی صحیح خبر معلوم کرنے کے لئے ایک غلام کو تین ہزار درہم دیکھ بھیجا، اس کو اطلاع ہو گئی تھی کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ اس وقت کوفہ کے ایک رئیس، ایک امیر کبیر شخص کے گھر میں موجود ہیں جسکا نام حانی بن عروہ ہے، اور اپلبیت کے ساتھ محبت کرنے والا ہے، اس غلام سے کہا کہ تم عالی کے گھر جاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ تمہیں بصرہ والوں نے امام حسینؑ کے حق میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بطور نمائندہ بھیجا ہے اور یہ تین ہزار درہم انہوں نے بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اس بنا نے صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر مجھے خبر کرو! چنانچہ وہ

غلام علی بن عرفة کے مگر پہنچا، دروازہ کھکھلایا، اور کما کہ بھنگے بصرہ والوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنے بطور نمائندہ بھیجا ہے تو وہ اسکی بھنگی چیزوں میں آگئے اور اندر حضرت مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے، اس نے ان کے سامنے بھی وہ بات حلفا کی، اور ان کے دست القدس پر بیعت کرتے ہوئے تین ہزار درہم ہدایہ کے طور پر پیش کئے۔

والپس آگر اس نے این زیاد کو خبر کی، این زیاد نے اگلے روز علی بن عرفة کو بایا اور کما کہ بانی اتم جانتے ہو کہ میرے باپ زیاد بن سفیان نے کوفہ میں ایک شخص کو بھی خاندان نبوت سے محبت کرنے والا نہیں چھوڑا تھا تیرے سواسپ کو ختم کر دیا تھا اور تجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے والدہ نے تجھے معاف کر دیا تھا لیکن آج اسی اہلیت کی محبت میں ہو، اسیہ کی دشمنی کارہے ہو اور بنو امیہ اور بزرگ کے دشمن کو اپنے مگر پناہ دے رہے ہو، حضرت علیؓ نے اہل کردیا، لیکن جب اس نے غدار غلام کو پیش کیا تو آپ سمجھے کہ کس لذاش کا شکار ہو گئے ہیں اور این زیاد کو علم ہو گیا ہے۔

این زیاد بولا! اب مسلم بن عقیل کو میرے پروردگر دادھانی کرنے لگے کہ میں یہ ظلم نہیں کر سکتا۔ کہ خانوادہ رسول کے چشم دچانگ کو میں اپنے ہاتھوں سے گل ہوتا ہوا دیکھوں۔ اس نے ایک گرز علی بن عرفة کی پیٹھالی پر ملا اس کا سر پھٹ گیا۔

## اہل کوفہ کی بے دفاتی

علی بن عرفة چونکہ کوفہ کے رہائیں تھے اسلئے ان کے قبیلے کے ہزاروں فرازیوں نکاریں لے کر نکل آئے، اس خیال سے کہ علی قتل کر دیئے گئے ہیں، لیکن ایک کوفہ کی بھنگیوں میں ایک صر کہ پا ہو گیا، امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے مسلم بن عقیلؓ بھی نکولے کر سیدان کارزار میں آگئے بعض روایت میں چار ہزار تعداد آئی ہے لیکن بعضوں نے چودہ ہزار کی تعداد بیان کی ہے، یہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی قیادت میں این زیاد کے قلعے پر حملہ آور ہو گئے شام تک این زیاد نے تیروں کی ہدایت کی، اتنا پھر لوگوں کیا اتنا ظلم دستم کیا کہ چودہ ہزار فرازیوں میں سے صرف کے وقت تک کم و بیش پانچ سو کوئی حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ رہ گئے اور بالق سب لوگ بڑوی کے سبب ان کا ساتھ

چھوڑ گئے، آپ نے نماز مغرب کی نیت باندھی پائج سو کوفن آپ کے مقتدی تھے جب آپ نے سلام پھیرا اور پٹ کر دیکھا تو ان پائج سو کوفنوں میں سے ایک شخص بھی نہ تھا اندر میری رات میں خالم و بے وفا لوگ حضرت مسلم بن عقیلؑ کو تنا چھوڑ کر گھروں کو واپس چلے گئے تھے، اب کونے کی ہولناک گلیوں میں رات کا بیت تاک ماخول ہے، یزید اور ابن زیاد کے خالمانہ اور بیمانہ منسوبے ہیں اور وہ جو ہزاروں کی تعداد میں آکے دست اقدس پر بیعت کر کے آپ سے غیر مشرد طوفانداری کا وعدہ کر چکے تھے ان میں سے ایک شخص بھی اس وقت حضرت مسلم بن عقیلؑ کا سارا بنتے کے لئے تیار نہیں آپ ان بے حیاؤں کی بے غیرتی پر تعجب کرتے رہے، آخر تحک ہڈ کر ایک دروازے پر چکے سے بیٹھ گئے۔ کہ چلو دیوار سے نیک لگا کر رات کی کچھ گھریاں ببر کرتے ہیں، اچانک دروازہ کھلا اور گھر کی مالکہ نے جھانکا اور کہا! اے بھائی تو کون ہے؟ اور اس وقت میرے دروازے پر کیوں بیٹھا ہے؟ قتنے کا زمانہ ہے، سر کاری پرے دار پھر رہے ہیں کوئی سپاہی تمہیں گرفتار کر کے لے جائے گا فرمائے گے! میں مسلم بن عقیلؑ ہوں سارا دن صبح سے شام تک جہاد کرتا رہا ہوں اور بھوکا پا سا ہوں اور جسم تحک کر چور چور ہو چکا ہے مجھے صرف رات کی چند گھریاں آرام کر لینے دے۔ وہ نیک بخت خاتون بھی اہل بیت سے محبت کرنے والی تھی، اور دل میں محبت چھپائے ہوئے تھے اس نے مسلم بن عقیلؑ کو اپنے گھر جگہ دے دی، لیکن اسے کیا خبر کہ اس کا پیٹا مسلم بن عقیلؑ کی ٹلاش میں سر گردان ہے، وہ جب رات کو گھر پہنچا اس میں نے اپنے کام کو کار خیر سمجھتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہ آج ہمارے گھر میں گلستان محمدی کا مملکتا ہوا پھول ہے اس بیٹے نے خونخوار آنکھوں سے دیکھا اور ابن زیاد کو خبر کر دی۔ اس کے سپاہی آئے اور مسلم بن عقیلؑ پر حملہ آور ہو گئے، دری تک آپ نے دفای جگ لڑی، لیکن تھاتھے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دئے گئے، ابن زیاد نے آپ کو عالی بن عروہ کے ساتھ قید میں رکھا، یہ خبر پھر کونے میں آگ کم طرح پھیل گئی اور کم و بیش انحصار ہزار فراز پھر حضرت مسلم بن عقیلؑ کی رہائی کے لئے آگئے۔

## حضرت مسلمؑ کی شہادت

ابن زیار اہل کوفہ کی نفیات اور کمینہ فطرت سے بخوبی آگاہ تھا، اسے علم تھا یہ

لوگ انتہائی بزدل، ڈرپوک اور کم ہمت ہیں شیر کی طرح آگے آتے ہیں، مگر م مقابل کے بھڑے تجور دیکھ کر فوراً ہی سُم جاتے ہیں، اس نے ان کی اس بزدلی، کم ہبھتی اور بے غیرتی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور حضرت امام سلم بن عقیلؑ اور حضرت علیؓ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا، کہ ان حضرات کے سر کو ٹوٹوں کی بھیڑ میں پھینک دئے جائیں، ان کے کئے ہوئے سر دیکھتے ہی ان کی یہ سب نفرہ بازی ختم ہو جائے گی اور یہ جوش و خروش بھول کر دم دبا کر بھاگ جائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہوا۔ ان دونوں کو شہید کر کے جب ان کے سر کو ٹوٹوں میں پھینکنے گئے تو ان کے ہاتھ پر پھول گئے خوف سے کانپ اٹھے، اور کھلکھلنا شروع ہو گئے، آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اخلاقہ بزار فراومیں سے ایک بھی نہ پچا، اور سب دم دبا کر، اور جان بچا کر بھاگ گئے۔

### امام سلم کے دو صاحبزادے

حضرت سلم بن عقیلؑ نے جب یہ مظہر دیکھا تو اپنے چھوٹے صاحبزادوں کو جو کہ مخصوص بچے حضرت محمد اور حضرت برائیم اپنے بابا کے ساتھ کوئے آئے تھے ان کو قاضی شرع کے ہاں حفاظت کے لئے بھیج دیا تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہی کچھ آتا ہے کہ حضرت محمد اور حضرت برائیم جو حضرت سلم بن عقیلؑ کے بیٹے تھے اور مخصوص تھے، ان کو بھی حضرت سلم بن عقیلؑ کی شادوت کے بعد شہید کر دیا گیا تھا لیکن روضہ الشہداء میں ملا حسین کاشفی نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت سلم بن عقیلؑ نے ان دونوں شزادوں کو حضرت شرعؓ کے ہاں بھیج دیا، اور فرمایا تھا کہ بیٹو! تم لوحر ثمود میں تمہارے چچا حمالی کی رہائی کیلئے جگ کرنے چاہا ہوں اور ابھی لوٹ کر آتا ہوں۔ وہ دونوں اسی لمحہ سے اپنے والد کی والپی کا منتظر کر رہے تھے سلاادون گذر گیا پھر سدی رات بیت گئی لیکن حضرت سلم بن عقیلؑ والپی تشریف نہ لائے، ان مخصوص بچوں نے پوریس میں ایک لقرہ تک نکول نہ کیا تھا۔ ایک عجیب پریشانی تھی مایوسی کی کیفیت تھی نہ پانی پینے تھے نہ کھانا کھاتے تھے جناب قاضی شرع پر نم آنکھوں کے ساتھ دست بتا

شزاووں کے سامنے پیش ہوتے! عرض کرتے شزاوو! کھانا کھالو تو وہ عرض کرتے چا  
جان! ہم اپنے بارجان کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں، اور قاضی  
شرطؒ ایک آہ بھر کر سر جھکایتے نہ وہ بیان کر سکتے تھے اور نہ ہی وہ چھپا سکتے تھے پر نہ  
آنکھوں کے ساتھ لوٹ جاتے پھر آکر عرض کرتے تو پھر وہی جواب ملتا کہ چھپا ہم اپنے بار  
جان کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ یہ سکھش جادی ہے دو دن سے پہلے بھوکے اور  
پہلے ہیں پھر چھوٹا بڑا ایم اپنے بڑے بھائی سے کہتا ہے بھائی جان خدا جانے بار بار کب  
آئیں گے؟ میں مدینے کی گلیوں کے لئے اواس ہو گیا ہوں، میرا دل چاہتا ہے کہ ہم دوڑ  
کر دلپس مدینے چلے جائیں، اور مدینے کے پچے کہتے ہوں گے کہ کہ بڑا ایم ہمیں کوفہ جا  
کر بھول گیا ہے، اس قسم کی مخصوصانہ منگلو دونوں بھائی اپس میں کر رہے ہیں۔ قاضی  
شرطؒ اور اسکے مگر والے اس منگلو کو سن رہے ہیں انکا کیجید پھٹا جا رہا ہے۔

اسی اثنائیں کوئے کی گلیوں میں اعلان ہو گیا کہ جو شخص مسلم بن عقیل کے  
دونوں بیٹوں کو گرفتار کر کے لائے گائے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور جو شخص ان  
دونوں کو اپنے مگر میں پناہ دے گائے خخت شزاوی جائے گی۔

اب قاضی شرطؒ سے رہا نہ گیا، اس لئے کہ ہر طرف جاؤں ان بچوں کی ہلاش  
میں تھے اس وہ دل تحام کر بڑی پریشانی کے عالم میں شزاووں کے سامنے آکر عرض کرنے  
گئے۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ تمہیں یہ خبر سنانے کے لئے مجبور ہوں کہ تمہارے بیبا  
حضرت مسلم بن عقیلؒ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور یہ ہزاروں کوئی جو کل تک تمہارے  
ہاتھ چوٹتے تھے تمہارے دامن چھوچھو کر اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔

اور تمہارے بیبا کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی خاطر کٹ مرنے کا اعلان کرتے تھے  
سب کے سب تمہارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ اب سوائے اسکے کوئی چادر نہیں کہ تم چکے  
سے مدینے چلے جاؤ، اگر میں تمہیں مزید اپنے مگر ثمرہ آتا ہوں تو کسی بھی لمحے تمہاری  
گرفتاری عمل میں آسکتی ہے، پچھے رو دیئے انہوں نے سمجھا کہ شاید باقی کوئیوں کی طرح  
چھپا بھی ہم سے با غیہ ہو گیا ہے کہنے لگے چا جان! کیا آپ بھی ہمیں مگر سے نکالنے لگے  
ہیں؟ عرض کیا! نہیں شزاوو، بات یہ نہیں لیکن تمہاری حفاظت اسی طرح علمن ہے کہ  
تم مدینے چلے جاؤ۔ صحیح سوریے فلاں جگہ سے ایک قافلہ مدینے کو رو انہے ہو رہا ہے وہ

تمیں وہاں پہنچا دے گا۔ پھر اپنے بیٹے اسد کو بلا دیا اور کما اسد صحیح سوریے ان دونوں بچوں کو لے جا کر ان قاتلے والوں کے پرد کر دینا، ان کی شناخت نہ کروانا کسی کو پتہ نہ مل سکے کہ ابھی کون ہیں؟ وہ پچھے سے انہیں مدینہ چھوڑ دیں گے، پھر یہ شہزادے خود اپنے گھر چلے جائیں گے۔

## صحابہزادوں کی شہادت

اسعد بن شریح، علی الصبح حضرت برائیم اور حضرت محمد کو لیکر اس قاتلے کی جانب روانہ ہوئے، لیکن افسوس کہ یہ قاتلہ کچھ دیر پسلے روانہ چکا تھا اس نے قاتلے کی راہ کی طرف نظر دوزائی تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ گرد اڑتی ہوئی نظر آری تھی، اسد بن شریح نے کہا بچو! وہ گرد اسی قاتلے کی ہے، تمہارے ساتھ میرا جانا لور دوزتا کچھ مناب نہیں ہے بلکہ مصلحت کے خلاف ہے تم دوز پڑو جلد ہی اس قاتلے کے ساتھ مل جاؤ گے! معصوم بچوں نے اسکا شکریہ ادا کیا اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر قاتلے کی جانب دوز پڑے، بچے بہت کم عمر تھے راستہ خاردار تھا تیزی سے دوزابھی نہ جاتا تھا، کچھ ہی آگے چلے تھے کہ چھوٹے بچے برائیم کے پاؤں میں کانٹا چھپ لیا، اسکو سخت تکلیف ہوئی وہ بیٹھنا چاہتا تھا اور بھائی اسے گرفتاری کے خوف سے آگے بھکانا چاہتا تھا، دیر تک یہی صورت حال رہی لیکن بڑا بھائی بھی چھوٹا ہی تھا کس طرح تھیت کر لے جاتا۔ کچھ دری کے بعد اسے رکنا ہی پڑا اور چھوٹے بھائی کے پاؤں سے کانٹا نکلا، تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ قاتلے کی طرف روانہ ہوئے تو گرد بھی نظروں سے لو جھل ہو چکی تھی۔ اور قاتلے کی کوئی خبر نہ تھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زبان حال سے کہنے لگے کہ ہم اکیلے رہ گئے اور قاتلہ جاتا رہا ایک دوسرے کے گلے لگ کر روشناروشن کر دیا۔

دن کا اجالا پھیلتے ہی ابن زیاد کے سپاہی اُنگی تلاش میں دہیں آپنے جمال شہزادے کھڑے تھے، انہوں نے ان کے چہرے کے حسن سے پچان لیا کہ یہ خاندان بوت کے چشم و چہراغ معلوم ہوتے ہیں۔ انکو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے اس نے ان کے نخجے سے ہاتھ رسمیوں سے پاندھ دیئے، اور ایک سیاہ کوٹھری میں بند کر دیا یہ غلک و تاریک اور بھیانک کوٹھری دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ

کبھی کوٹھڑی ہے ہم نے مدینے میں تو ایسی کوٹھڑی کبھی نہیں دیکھی وہ مخصوص جیل کے تصور سے نا آشنا تھے، انہیں کیا معلوم کہ جیل خانہ کیا ہوتا ہے، اس لئے اوس اور غمگین، ایک دوسرے سے چست کر اسی کالی کوٹھڑی میں بینجھ گئے۔ ان بچوں نے تین دن سے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ جسم نہ عال ہو چکا تھا اور پریشانی کی کیفیت اس کے علاوہ تھی رات بھر رسیوں کی تکلیف کے سبب روتے رہے پریشانی میں ساری رات قریب پر رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ایک سپاہی پرے دار کو ترس آگیا۔ اس نے چکے سے ان کی رسیاں کھول دیں اور اپنی انگوٹھی انہیں دے کر کہنے لگا شزارو! میں بھی دل میں تمہارے ہی خاندان کی محبت چھپائے ہوئے ہوں لیکن حالات نے ظلم و ستم او جبر و بربریت پر مجبور کر دیا ہے۔ میری انگوٹھی لے جاؤ۔ چکے سے چھپ چھپا کر قادریہ کے مقام پر پہنچ جاؤ۔ قادریہ میں فلاں جگہ میرا بھائی رہتا ہے اس کا یہ نام ہے اسے میری انگوٹھی دکھادیتا وہ تمہیں عافیت سے مدینہ پہنچا دے گا

ان مخصوص بچوں کو کیا خبر کہ قادریہ کمال ہے؟ ڈر کے مارے اب کسی سے پوچھتے بھی نہ تھے، رات کو چل پڑے ساری رات گھوم پھر کر بالآخر جب صبح طلوع ہوئی تو یہ دیکھا کہ کوفہ کی گلیوں میں ہی چکر لگا رہے ہیں اور قادریہ کی کوئی خبر نہیں کہ وہ کمال ہے؟ فاصلے پر دیکھا کہ ایک دیران خلک درخت کا تباہ جس کا خول ہے چھوٹے سے مخصوص بچے پھر ایک دوسرے کے گلے لگ کر روپڑے اور درخت کے خول میں چھپ گئے کہ سارا دن تو یہاں رہیں پھر رات ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ وہ کھڑرے ہی تھے کہ درخت کے قریب بننے والے ایک چشمی سے پانی بھرنے کیلئے ایک لوہنی اور آگئی اسکی نظر جب ان دو مخصوص بچوں پر پڑی تو بولی، تم کون ہو؟ مج بولنے کے عادی تھے بول پڑے ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں نورا آئی اور ان دو شزاروں کو اپنے گھر لے گئی ان کو نہایا، دھلایا، دن بھر انکا ذیال رکھا رات کو ایک الگ کمرے میں کھانا کھلا کر چھپا دیا اس عورت کا خاوند ان شزاروں کی تلاش میں سارا دن سرگردان رہا تھا۔ تحکم ہار کر رات کو گھر پہنچا اور کھانا کھا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا ایک کمرے میں وہ مالکہ اور اس کا شوہر لیئے ہوئے تھے دوسرے کمرے میں تھا دو مخصوص بچے تھے۔ اچانک رات کو ایک بھائی خواب دیکھتا ہے کہ بہشت کا منظر ہے اور ہمارے نا سید نا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

مسلم ایک مجلس میں جلوہ فرمائیں وہ پچھ دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے دربار میں حضرت علیؓ شیر خدا بھی ہیں اور حضرت سیدہ عالم فاطمہ زرہرہؓ بھی ہیں۔ حضرت امام حسنؑ بھی ہیں اور لئے والد حضرت مسلم بن عقیلؓ بھی ہیں اور حضور ﷺ حضرت مسلم بن عقیلؓ سے فرم رہے ہیں بیٹے مسلم بن عقیلؓ خود آگئے ہو اور بچوں کو اکیلا چھوڑ آئے ہو اس پر حضرت مسلم بن عقیلؓ رو کر عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! چند گھنیوں کی بات ہے وہ بھی آ رہے ہیں بس یہ گفتگو سنی یہ منظر دیکھا تو پچھے بے ساختہ چیخ اخواں کی چیخ بلند ہوئی دوسرا بھائی بھی بے ساختہ چیخ پڑا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے، بھائی نے پوچھا بھائی تم کیوں رو رہے ہو وہ کہنے لگے ابھی ہمارے ناا جان نے بیبا جان سے پوچھا ہے کہ مسلم بچوں کو اکیلا کیوں چھوڑ آئے ہو؟ اور بیبا جان نے کماکہ حضور وہ بھی آرہے ہیں۔ بڑا بھائی تم کھا کر کنے لگا بیرائیمیں بھی یہ منظر دیکھا ہے بس وہ زار و قطار روپڑے ان کی آواز بلند ہوئی تو اس ظالم کی بھی آنکھ کھل گئی، اس نے اپنی بیوی سے پوچھا! اس کرے میں کون پچھے رو رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ ظالم اب اس قھے کو بھول جا خیر اس نے بیوی کو مارا پیٹا، اور بختی سے دروازہ توڑ کر اندر رکھی گیا، پچھے تھرا رہے تھے خوف سے کانپ رہے تھے اس نے آکر بچوں کو گیسوؤں سے پکڑ لیا، بھائیوں سے مدد اشارہ کر دیا وہ ظالم کھاتا تھا کہ ظالمو! میں تین دن سے مسلسل تمہاری تلاش میں ہوں اور تم یہاں آرام سے چھپے ہوئے ہو، نہ مجھے کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا۔ تم نے مجھے بے حد پریشان کیا ہے اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا بچوں نے کہا بتاؤ تو سی، ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے تم ہمیں کس وجہ سے مار رہے ہو؟ وہ آگے کوئی جواب نہ دے سکا، اور گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا، ابن زیاد نے بھی ان بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیجے دیا اس شخص نے دونوں شہزادوں کو پکڑا اور شر کے ایک گوشے میں لے جا کر باری باری اپنی ٹکوار سے دونوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ چمنستان مصطفوی کے یہ دونوں بچوں کھلنے سے پہلے ہی مر جھاگئے ان کا مقدس خون زمین پر بس گیا، سرتن سے جدا ہو گئے اور تن خاک پر مانی بے آب کی طرح ترپنے لگے۔ پھر یہ دونوں سر اور مسلم بن عقیلؓ اور حانیؓ کے سر بیزید کے پاس پہنچا دیئے گئے اور اسے اطلاع کر دی گئی کہ تم تیرے ظم و تم کی تسکھی کا سامان یوں فراہم کیا جا رہا ہے۔ شہزادے شہید ہو گئے۔ شہادت سے پہلے وہ اس بات پر

بھی پریشان رہے کہ ہم تو جا رہے ہیں لیکن کوئی ہمارے چچا حسینؑ کو خبر کر دیتا اور انہیں پتہ چل جاتا کہ کونی پھر گئے ہیں وہ یہاں تعریف نہ لائیں یہی تمثیل میں لئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

## ہمئے کوفہ روانی

ادھر امام عالی مقامؑ خانوادہ رسول کی مقدس اور عزت ماب خواتین اپنے بچوں دوستوں اور بھی خواہوں کو ساتھ لیکر عازم کوفہ ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے منع کیا کہ بھائی جان کوئی بڑے بے وفا ہیں، وہ ناقابل اعتماد ہیں، آپ کوفہ نہ جائیے، اسی طرح حضرت جعفرؓ منع کرتے رہے عبد اللہ بن زیدؓ منع کرتے رہے اور ساتھی منع کرتے رہے لیکن امام عالی مقام سب کو یہ جواب دیتے رہے کہ اب مسئلہ وفا اور بے وفا اور کافل کا نہیں ہے مسئلہ اس دعوت کا ہے جس کا مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ میں کلمہ حق بلند کرنے کیلئے، جبر و بربریت کے خلاف، ظلم و ستم کے خلاف، کفر و طاغوت کے خلاف، شریعت مصطفوی کے احیاء کے لئے اور دین اسلام کی قدر دوں کو پالاں ہونے سے بچانے کے لئے، میدان میں آجاوں اور علم جہاد بلند کروں اسکے سیرے تما جان کا دین پھر سے زندہ ہو سکے، مسئلہ دین کو زندہ کرنے کا ہے، مسئلہ حق کی شیع کو روشن کرنے کا ہے یہاں بعض احباب نادلی میں یا بعض اہل بیت میں کہہ دیتے ہیں اور لکھ جاتے ہیں کہ ایسے حالات میں جبکہ امام حسینؑ کے پاس مسلح لشکر نہ تھا، فوج نہ تھی، سیاسی قوت نہ تھی حالات ساز گار نہ تھے۔ ابن زیاد اور زیدؑ کے پاس سب کچھ تھا ایسے حالات میں امام حسینؑ کا ایسے مقام پر جانا معاذ اللہ خروج تھا یہ تصور سوائے اسکے کہ اہل بیت کا بعض اور آل رسول کے ساتھ دل میں عناد ہوا اور کوئی سبب نہیں ہے۔

## راہِ رخصت اور راہِ عزیمت

آپ کے ذہن صاف کرنے کیلئے میں ایک ضابطہ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں سنھے! شریعت مطہرہ میں ایسے مشکل وقت پر دراستے بتائے جاتے ہیں اور دونوں راستے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے تجویز کردہ ہیں۔ ایک راستے کو راہِ رخصت کہا جاتا ہے

اور ایک راستے کو راہِ عزیمت کما جاتا ہے اگر تو حالات سازگار ہوں جب و بربرت کفر و ظلم اور باطل و طاغوت کا منفایا آسانی سے کیا جاسکتا ہو ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے پر، ہر کلمہ کو پر، اس ظلم کے خلاف میدان کارزار میں نکل آتا فرض اور واجب ہو جاتا ہے پھر کسی شخص کے لئے سوائے کسی شرعی مجبوری کے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا لیکن حالات جب ناسازگار ہوں جمیعت، قوت اسلحہ اور بھاری فوج ساتھ نہ ہو اور باطل زیادہ مضبوط ہو، طاقتور ہو، قوی تر ہو ایسے حالات میں باطل کو ختم کرنے یا ہنا دینے کی صورت ظہر انظر نہ آتی ہو تو ان ناسازگار حالات میں دورانے شریعت نے امت کو عطا کئے ہیں۔ وہ لوگ جو حالات کی ناسازگاری کو دیکھیں انہیں اجازت ہے کہ وہ رخصت پر عمل کریں گوشہ نہیں ہو جائیں پچکے سے لخت ملامت کرتے رہیں دل سے بر اجائیں۔ لیکن مسیح سنتکش کیلئے میدان میں نہ آئیں بے شک الگ تحملگ ایک جگہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کریں یہ راہ رخصت ہے اور ہر دور میں اکثریت رخصت پر عمل کرتی رہی ہے۔ اور راہ رخصت کی راہ پر عمل کرنا شریعت میں نہ تجاہز ہے، نہ حرام ہے اور نہ اللہ کی نرافعگی کا سبب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر اضطراری حالات میں رخصت کی اجازت دے رکھی ہے لیکن اگر سب کے سب لوگ بلا استثنائیے حالات میں رخصت پر یہ عمل کرنا شروع کر دیں تو پھر ظلم و کفر اور طاغوت کو ختم کرنے کے لئے حالات بھی بھی سازگار نہیں ہو سکتے اسلئے، باوجود رخصت کے کچھ لوگ راہِ عزیمت پر بھی چلنے والے ہوتے ہیں۔ وہ حالات کی سازگاری اور ناسازگاری کو نہیں دیکھتے وہ فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت پر نہیں نظر ڈالتے، وہ مسیح سنتکش میں ناکاہی اور کامیابی کے انجام پر توجہ نہیں دیتے بلکہ انگلی توجہ صرف اور صرف اس مرپر مرکوز ہوتی ہے کہ ہم اپنے تن کو، اپنے من کو اللہ کے دین کے بچانے کیلئے کیسے قربان کریں شاید تن میں گلی ہوئی یہ آگ ہی آئندہ نسلوں کے انہیں دوڑ کر دے وہ اپنے خون سے پورے دین کی آیماری کرنے کو ہی دین کے احیاء اور تحفظ کا باعث سمجھتے ہیں وہ حالات کی ناسازگاری سے بے خبر اور لا تعلق رہتے ہوئے اضطراری حالات میں بھی اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں اور سر بکف ہو کر میدان کارزار میں جلتے آتے ہیں وہ اپنی شان کے لائق اور اپنے مقام کی مناسبت سے اس اقدام کو فرض سمجھتے ہیں، جس طرح ہر شخص راہ رخصت پر عمل نہیں کر سکتا اسی طرح راہ

عزیمت پر بھی چنانہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

امام حسینؑ نے یہ اقدام اس لئے کیا تھا کہ ان کے رگ و ریشے میں علی ابن طالب کا خون گردش کر رہا تھا۔ حضرت سیدہ زہرہؓ کی گود میں پرورش پائی تھی، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی۔ حضور کی زبان کو چو ساتھا وہ علیؑ کے فرزند اور خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ تھے، اسلئے جو احساس زیاد انہیں تھا، وہ کسی کو نہیں ہو سکتا تھا وہ بنائے لا الہ تھے۔

اسلئے ظاہر ہے راہ عزیمت پر عمل کرنے کی عزت اس دور میں آپ کے سوا اور کسے نصیب ہو سکتی تھی؟ اور پھر یہ بات بھی زہن نشین فرمائیں کہ جو لوگ راہ رخصت پر عمل کرتے ہیں وہ بھی حق بجانب ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ انہیں مطعون کرے اور بر ابھالا کئے۔ اسلئے کہ انہیں حق دیا گیا ہے کہ راہ رخصت اختیار کریں البتہ ایسے لوگوں کی راہ کو کوئی شخص اپنا اسوہ اور راہنمائیں بناتا، اہل عزیمت اور عشاقوں ان کی راہ پر چلتے ہیں جو لوگ اپنے گلے کٹواتے ہیں۔ اور اپنے خون سے ہولی کھیلتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں۔ وہ راہ عزیمت پر چل کر قیامت تک ایک ایک اسوہ حیات دے جاتے ہیں۔ دین کو زندہ کرنے کیلئے ایک شہراہ قائم کر دیتے ہیں۔ وینی اقدار کو ملنے سے بچانے کیلئے اور پھر سے بحال کرنے کے لئے ایک ضابطہ حیات دے جاتے ہیں۔ اسلئے جن لوگوں نے امام حسینؑ کے اقدام کو ان ظاہری حالات کی ناسازگاری کی بنا پر معاذ اللہ خروج اور بغاوت کا لازام دیا ہے وہ نہ تو دین کی روح اور تعلیم سے واقف ہیں اور نہ یہ شریعت اسلامیہ کے احیاء کے تقاضوں سے واقف ہیں۔ اور نہ یہ اس مہر کی خبر رکھتے ہیں کہ اسلام کی قدریں مت رہی ہوں تو انہیں زندہ کرنے کے لئے خون کی بازی کس طرح لگائی جاتی ہے اور شاید وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس وقت یزید کا تخت پر پہنچنا اسلام کی تاریخ کو کس رخ پر ڈال رہا تھا اور اگر ایک حسینؑ بھی میدان کارزار میں علم حق بلند کرنے کے لئے نہ نکلا تو اور یہ بہتر تن بھی اپنے خون کا نذرانہ دینے کیلئے نہ نکلتے تو آج اسلام کی جو متعال، جموروی، قدروں کی صورت میں، آزادی کی صورت میں عزت اور جادہ و شوکت کی صورت میں، اسلام کی شریعت کے نفاذ کی صورت میں، جس حال میں بھی نظر آ رہی ہے وہ شاید اس کا نظارہ کہیں دکھالی نہ دیتا، اسلام کی پوری تاریخ اور امت مصطفوی مر ہوں منت ہے۔

حسین ابن علی کے خون کے قطرات کی، اور خانوادہ رسول کی اس عظیم قربانی کی جس نے رخصت کو چھوڑ کر اپنے تن کو تو ماچس کی طرح جلا لیا اور عمر بھر کے لئے اس زمانے کی تدیکیوں اور اندریزوں کو اجاگے میں بدل ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو برس بیت گئے۔ رخصت کی راہ پر چلنے والے ہزاروں تھے لیکن عزیمت کی راہ پر چلنے والے بہتر تھے جن کے قاتک حسین ابن علی تھے چودہ صدیاں بیت گئیں دنیا جب بھی ہام لیتی ہے بطور نمونہ کے، وہ حسین ابن علی ہی کا نام لیتی ہے

### مکتے سے کربلا تک

لام حسین نکل معظمہ سے تین ذوالحجہ کو روانہ ہوئے راستے میں ایک شاہر ملا آپ نے پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا! ان کے دل آپ کے ساتھ گمراہیوں بیزید کے ساتھ ہیں

آپ جب تین ذوالحجہ کو روانہ ہوئے تو آپکی خدمت میں درخواست کی گئی کہ کچھ دن اور گذار لیں لیکن لام حسین کے ساتھ اپنے بنا جان کا یہ ارشاد مبارک تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مکہ کے حرم کا تقدس قریش کے ایک شخص کے سبب پامال ہو رہا ہے، یہاں ایک شخص کے سبب خون بس رہا ہے۔ فرمائے گئے ملکن ہے کہ مکہ میں بیزیدی فوج گرفتاری کیلئے اہتمام کرے اور ہمارے حاجی ہمارے دفاع میں گواریں انعامیں اور میرے سبب سے حرم مکہ میں خون بسے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے بنا جان کے اس ارشاد کا مصداق بنوں۔

حج کے دنوں سے قبل روانگی اختیار فرمائی اس شاہر کی بات سننے کے باوجود آگے گئے راستے میں حرب بن بیزید تھی ملا اسے ابن زیاد نے لٹکر دیکھ رکھا تھا تاکہ حسینؑ تھیں جمال ملے اسے کوفہ میں داخل نہ ہونے دو اور کوشش کر کے میرے پاس لے آؤ جنے کما! حسینؑ ابن علیؑ آپ کو پتہ چل چکا ہوا گا کہ آپ کے پیچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ شہید ہو گئے ہیں، کوئی لوگ حسب دستور ہے وفا ثابت ہوئے وہ آپؑ کی اطاعت سے پھر چکے ہیں، حالات ساز گار نہیں ہیں، تھائیے آپ کا کیا خیال ہے؟ مجھے حکم ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔

لام عالی مقام نے تل قاتلہ سے مشورہ کیا اور یہ قرار پایا کہ فی الحال میدان میں پڑاؤ کیا جائے۔ وہیں عمرو بن سعد بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انہی زیادتی کی طرف سے لام حسینؑ کے قتل کے منصوبے کے تحت آپنچا۔ لام حسینؑ جس میدان تک پہنچے اس میدان کی خبر تک نہ تھی کہ یہ کونسا میدان ہے دریائے فرات کا کنارہ تھا، خیال کیا کہ یہاں پانی قریب ہے کچھ آسانی ہو گی، کیم حرم کو اور بعض روایتوں کے مطابق دو حرم کو اسی میدان میں لترے اور ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون سا میدان ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ انسوں نے بتایا کہ！ حضرت اس کا نام کربلا ہے فرمائے گئے بس یہیں خیسے لگا دیں یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے اس جگہ پہنچنے والی آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرمانیں یاد آگئے جو آپ نے کربلا کے متعلق فرمائے تھے اور بچپن کے زمانے کی یادیں لور حضور کی دی ہوئی بشارتیں آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ وہ بچپن کا الحمد یاد آگیا کہ جب حضرت ام سلہ اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضرت ام سلہ کی گود میں لام عالی مقام محمل رہے تھے کہ اچانک آتا ہے دو جہاں کی چشمیں مقدس پر آنسو آگئے ام المومنین نے پوچھا! یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ آپ کی آنکھوں آنسو آگئے ہیں؟ فرمایا!

انا فِ جَبِيلَ وَ اخْبَرْنِي الْأَنْبَىءِ الْحَسِيبَ يُقْتَلُ فِي بَعْضِ  
أَرْضِ الْحَرَاقِ يَقَالُ لَهَا كُرْبَلَا وَ هَذِهِ تِسْبِيْتُ رَبِّيْةٍ حَمْرَاءٍ

(خصائص کعبہ: ۲: ۱۲۵)

اے ام سلہ! میرے پاس جبریلؑ آیا ہے، اور اس نے اس شہزادے کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا ہے کہ آقا! آپ کے بعد امرت کا ایک ظالم گردہ، آپکے بیٹے حسینؑ کو غریب الوفی کے عالم میں شہید کر دے گا اور عراق کے جس میدان میں انکی شاداد ہو گی اس کا نام کرب و بلا ہے اور یہ اس جگہ کی سرخ مٹی ہے حضور نے اس مٹی کو سوٹھ کر فرمایا ”ریح کرب و بلاء“ حقیقت یہ ہے کہ اس مٹی سے بھی رنج و الم اور دکھ اور درد کی بو آری ہے یہی وہ میدان ہے جسکی نسبت میرے ابا نے خبر دی تھی کہ

هَبْتَ اَمْتَاخَ دَكَابِسَرْ وَ مَوْضِعَ رَحَالِهِ وَ مَهْرَاقَ دَعَائِسَرْ - فَلَئِهَ

مِنْ أَلْ مُحَمَّدٍ يُقْتَلُونَ بِهَذِهِ الْعَوْصَةِ تَبَكَّى عَلَيْهِ الْمَسَاءُ وَ الْأَرْبَعَ

"یہاں میرے حسین اور اسکے قافلے کے خمیں لگیں گے یہاں ان سفروں کے کجاوے رکھے جائیں گے۔ یہاں انکا مقدس خون بھالیا جائے گا اور آل محمد کا ایک مبارک گروہ بے دردی کے ساتھ یہاں شہید کر دیا جائے گا ایسی شہادت کہ جس کی شہادت پر زمین بھی روئے گی اور اور آسمان بھی آنسو بھائے گا"۔

اسی میدان کی مٹی حضور علیہ الصلوہ والسلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی تھی اور فرمایا تھا!

اذ تحولت هذه التوبۃ و ما فاعلمی ان البنی قد قتل ہے

جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے تو جان لینا میرا بیٹا شہید کر دیا گیا ہے اے ام سلمہ! اس مٹی کو سنبھال کر رکھنا مجھے معلوم ہے کہ جب میرے بیٹے حسینؑ کی شہادت کا وقت آئے گا تو اس وقت تو زندہ ہو گی جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھو لینا کہ میرا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ ساری بشارتیں پہلے سے دی جا چکی تھیں۔ اسلئے امام عالی مقام نے اس میدان کو اپنے اپنے سفر کا مختیار سمجھ کر خمیں لگائے اور یہ خیال فرمایا کہ دریا قریب ہے پانی میر آئے گا لیکن ان ظالموں نے آپ کو پانی سے محروم کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ آٹھو دن عمر و بن سعد اور ابن زیاد کے قاصدوں کے درمیان آئے جانے میں گذر گئے کچھ گفت و شنید چلتی رہی، ابن زیاد نے جب سمجھا کہ عمر و بن سعد امام حسینؑ کے قتل سے گریز چاہتا ہے تو اس نے شرذی الجوش کو لشکر دے کر روانہ کیا اور کہا کہ عمر و بن سعد اگر حسینؑ کے ساتھ مقابلہ کرے تو بھا اگر متال ہو تو اسے معزول کر کے لشکر کی قیادت تم سنبھال لینا۔ شرذی الجوش پہنچا تو حرم کا آغاز ہو چکا تھا عمر و بن سعد نے یہ دیکھا کہ حکومت مجھ سے جیتنی جا رہی ہے، امام حسینؑ کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ابن زیاد کے کنے پر پانچ سو لشکریوں کو بھیجا کر وہ فرات پر بقسطہ کر لیں اور حسینؑ کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ لینے دیں

## نو اور دس محرم کے واقعات

امام حسینؑ نے نو محرم کو اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالب کو پچاس جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ کچھ پانی لیکر آئیں کیونکہ کل جنگ کا دن ہے۔ وضو کیلئے اور پینے کے لئے پانی کی ضرورت ہو گی۔ حضرت عباسؑ گئے فرات کے کنارے جنگ ہوتی آپ شدید زخمی ہو گئے تھوڑا سا پانی لینے میں کامیاب ہو گئے۔

عمرو بن سعد اور شرذی الجوش نے مطالبه کیا کہ ابھی رات کو جنگ شروع کی جائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب جنگ کا فیصلہ ہو ہی چکا ہے تو یہ ایک رات اللہ سے مناجات اور علیحدگی میں اس سے ملاقات کیلئے دے دو، فیصلہ ہو گیا کہ کل دس محرم کو جنگ شروع ہو گی رات کو آپ اپنے خیمے میں گئے عزت ماب خواتین کو جمع کیا اپنی بہن حضرت زینبؓ کو زوجہ مطہرہ حضرت شریعت بازوؓ، چھوٹی شہزادیوں کو، شہزادوں کو خانوادہ رسول کے جوانوں کو ارشاد فرمایا! میں تم سے بے حد راضی ہوں اور خوش ہوں تم نے حق صداقت، وفا شعاری ادا کر دیا۔ قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ رات کے اندر ہیرے میں جہاں چاہو چلے جاؤ مجھے جام شادت اسی میدان میں نوش کرنا ہے لیکن تمہیں اپنی خاطر جنگ میں جھوٹکنا اور مردا نہیں چاہتا، عزیزوں کی آنکھیں پر نم ہو گئیں سب نے تحریراتے ہوئے لبوں سے جواب دیا! کہ امام عالی مقام! ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بھی آپ کے قدموں پر گردیں گے۔ اگر آج آپ کو تباہ چھوڑ دیا تو کل اپنے خدا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مدد دکھائیں گے۔ ہم آپ کی خاطر کٹ مریں گے جانیں قربان کر دیں گے اور یزیدی لشکر کو ہتادیں گے کہ اہل بیت ایسے ہوتے ہیں۔ امام عالی مقام نے رات بھر صبر کی تلقین کی اہل بیت کے مقدس خیموں میں رات بھر تلاوت ہوتی رہی سجدے ہوتے رہے، استغفار ہوتا رہا اور ذکر ہوتا رہا اور اللہ کی بارگاہ میں مناجات کرتے رہے۔

علی الصبح صرکہ کر بلایا ہو گیا سب سے پہلے یہے بعد دیگرے ایک ایک شخص آتا رہا اور قافلہ حسینی کے جوان یزیدی لشکر کے لوگوں کو وامل جنم کرتے رہے انہوں نے اجتماعی حملے کا فیصلہ کر لیا لیکن اور سے ایک ایک جوان اس پورے قافلے کا مقابلہ کرتا رہا سارے ساتھی، جان شادر شہید ہو گئے اب صرف اہلبیت بنت کے فراورہ گئے امام

حسینؑ نے چلا کہ اس خاندان سے میں آغاز کروں، 'تمور انھائی'، لیکن حضرت علی اکبر میدان میں آگئے۔ عرض کرنے لگے باباجان! میٹا آپ کا جوان ہے، 'لور جوان' میٹوں کے ہوتے ہوئے باپ کو ایسی تکلیف کی ضرورت نہیں، میدان میں پہنچے جہاد شروع کیا۔ آپ کی تکوار جس سنت احتیٰ یزیدی فوج کے گلوے اڑادیتی۔ آپ نے انسیں مگر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر آپ کا گھوڑا از خی ہو گیا، حیدری خون لور حسینی شجاعت نے یزیدی لشکر کو معیبت و مشقت میں ڈال دیا اور ان کے پہنچے اڑادیتے، امام حسینؑ چاہتے تھے کہ اپنے جوان بیٹے کو، شباب کے ماہ کامل کو، حسن کے ماہ تمام کو، اپنی آنکھوں سے لٹاتا ہوا دیکھیں۔ لیکن میدان کرب و بلا کی گرد نے ان کو چھپا لیا تھا، کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کمال ہیں، اور ان پر کیا بیت رہی ہے؟ بس اتنا اندازہ ہو تا تھا کہ جس سنت یزیدی لشکر کی بھیڑیں بھاگتیں، امام حسینؑ اور اہلبیت کے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ حسینؑ کا لاذلا بیٹا، اسی سنت جارہا تھا۔ یہ علی حیدر کرار کا پوتا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ، دیر تک یزیدیوں کو واصل جنم کرتا رہا، پیاس کی شدت نے آگھیرا جسم پر ہسیوں زخم لگ گئے، پانی کا ایک گھونٹ بھر کر دوبارہ تازہ دم ہونے کیلئے آئے تو عرض کی باباجان! اگر پانی کا ایک گھونٹ مل جائے تو پھر تازہ دم ہو کر جملہ کروں فرمایا! علی اکبر! پانی تو میر نہیں لیکن اپنی سوکھی ہوئی زبان تترے منہ میں ڈال سکتا ہوں حضرت علی اکبرؓ نے امام عالی مقام کی سوکھی ہوئی زبان چکھی اور اس سے پھر تازہ دم ہو کر میدان میں پہنچے، دیر تک لڑنے کے بعد، بے اندازہ زخم کھا کر زمین پر گرپڑے ایک نیزہ آپ کے سینہ اقدس میں پیوست ہو گیا اچانک زبان سے آواز آئی! یا ابناہ! اے باباجان! امام حسینؑ بے ساختہ دوڑپڑے جا کر اپنے بیٹے کو گود میں لیکر انھائیا۔ میٹا، ایک عجیب انداز سے اپنے باپ کو تک رہا ہے عرض کی! باباجان! اگر آپ نیزے کا یہ پھل جسم سے نکال دیں تو میں ایک بار پھر میدان میں جانے کیلئے تیار ہوں۔ آپ کا بینا در شمن کی کثرت کے باوجود ہمت ہارنے والا نہیں۔ امام حسینؑ نے گود میں جوان بیٹے کو، اس ماہ تمام کو، اس حسن کے پیکر کو اپنی گود میں لے لیا سر سے پاؤں تک جسم زخموں سے چور تھا آپ نے نیزے کا پھل نکالا خون کافوارہ اہل پڑا۔

امام حسین جب حضرت علی اکبر کو گود میں انھائے ہوئے تھے۔ اس وقت آپکی عمر چھپن سال پانچ میں نے اور پانچ دن تھی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ داڑھی اور سر کا ایک بال

بھی سفید نہ تھا لیکن خون کے فوارے کو دیکھ کر اور جوان بیٹھے کی روح نفس عنبری سے پرواز کرتی دیکھ کر، اتنا صدمہ پہنچا، اور اس قدر غم لاحق ہوا کہ جب جوان بیٹھے کی لاش انھا کر واپس آئے تو سر اور دل اڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔

عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے اس پیکر نے، جو ان بیٹھے کی لاش، خمیسے میں رکھی ہوئی شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ لا کر رکھدی، اور اس دفعہ خود میدان میں جانے کی تیاری شروع کر دی۔ ایک نو سال کا چھوٹا سا پچھہ تکوار انھا کر سامنے آیا۔ یہ کون ہے۔ یہ قاسم بن حسن بن علی ہے حضرت قاسم سے فرمایا بیٹھے تو میرے بھائی حسن کی نشانی ہے تو تو آرام کر! جواب دیا چھا جان! میں قیامت کے دن اپنے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ وہ کیس گے کہ تیرے چھا شہید ہو گئے تو دیکھتا رہا، نہیں میرے نہنے گلے پر پسلے تکوار چل لے، پھر آپ کی بدری آئے گی، آخر قاسم بن حسن بھی شہید ہو گئے

آخر لوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ جنکی عمر مبارک صرف چھ ماہ تھی اور وہ پیاس سے رُپ رہے تھے لام حسینؑ انہیں انھا کر لے گئے، اور لٹکر یزید سے ان کیلئے پانی مانگا لیکن پانی کے بجائے تیر آیا اور پچھے شہید ہو گیا میں ان سے متفق نہیں مجھے حسینؑ کی غیرت اور حیث اس بات پر یقین کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ وہ حسینؑ جو اسلام کی خاطر، اہل بیت کی غیرت و حیث کی خاطر، سب کچھ لثارہ ہے وہ اس پچھے کیلئے یزیدی بد بخنوں سے پانی کی بھیک کس طرح مانگ سکتا ہے؟ اگر پانی کی بھیک ہی مانگنا تھی تو پھر حسینؑ کو ان سے خیرات طلب کرنے کی حاجت نہ تھی وہ چاہتے تو دریائے فرات کو اشارہ کرتے، دریائے فرات ان کے قدموں میں بننے لگتا آسمان کی طرف ہاتھ انھا تھے، بارش سے بھرے بادل اللہ آتے، موسلا دھار بارش ہوتی، اسماعیل بن برائیم علیہ السلام کی ایڑی کے رکٹنے سے اگر زمزم کا ایک چشمہ نکل سکتا ہے تو پھر مصطفیٰ کے لاٹلے بیٹھے حسینؑ ابن علی کی ضرب اور ایڑی مارنے سے کربلا کے میدان میں چشمہ کیوں نہیں پھوٹ سکتا، میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر وہ زمین پر پاؤں مارتے تو ایک چشمہ تو کیا، ریگ زار کربلا میں ہزاروں چشمہ پھوٹ پڑتے۔

لیکن یہ میدان امتحان و آزمائش تھا حسینؑ تو ان مصائب و آلام میں صبر کر کے اپنے مولا کو راضی کر رہے تھے اسکے ناتا ان کو نک رہے تھے کہ میرا حسینؑ جسے میں نے اپنے کندھے پر سوار کیا ہے، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؑ کی تھیں کہ جس حسینؑ کو میں نے اپنی چھاتی کا دودھ پلاایا ہے۔ علی شیر خدا لاحظ فرمائے تھے کہ جس کے رُگ و ریشے میں میرا خون گردش کر رہا ہے آج اس مقام صبر اور مقام استقامت پر اس کے قدم کہیں لڑکھڑائے تو نہیں ہیں؟ حسینؑ اب اسی میں صبر و رضا کا پیکر اتم بن کر عزم و ہمت کے ساتھ مکمل تر ہے۔

آخر جب لام حسینؑ نے میدان میں آئے کارادہ کیا تو حضرت عابد بیدار نکل آئے اور عرض کی! ابا جان میرے اوپر تو ایسا ظلم نہ کیجئے کہ میرے ہوتے ہوئے آپ میدان میں جا رہے ہیں میں بھی باقی بھائیوں کی طرح اپنے ناتا جان کا دیدار کرنا چاہتا ہوں، میں بھی اپنی دادی جان کی بارگاہ میں جا کر سرخرو ہونا چاہتا ہوں، اب شادت کا جام پینا میری باری ہے، لام حسینؑ نے فرمایا۔۔۔۔۔ تو رہ جا کر خانوادہ رسول کا ہر چراغ گل ہو چکا ہے ہر چھوٹ مرجھا چکا ہے اب میری نسل میں فقط تو یہ باقی رہ گیا ہے مجھے تو شہید ہونا ہی ہے اگر تو بھی شہید ہو گیا تو تیرے ناتا کی نسل کمال سے چلے گی تو اپنے ناتا کی نسل کی بقاء کی خاطر زندہ رہے۔

حضرت لام حسین رضی اللہ عنہ لام زین العابدینؑ کو چھوڑ کر خود میدان کر جائیں لترے آپ بھی دیر نک ہزاروں یزیدیوں کو واصل جنم کرتے رہے۔ پورے شکر میں کمرام بیج گیا۔ علی شیر خدا کا یہ جواب پیٹا، یہ اللہ کا شیر جسطوف تکوار لے کر نکل جاتا ہزاروں نفر اور بھیزوں کی طرح آگے بھاگنے لگتے آپ انہیں واصل جنم کرتے رہے تکواروں اور نیزوں کے دار کھاتے رہے، سارا دن اس طرح گزر گیا خیال آیا کہ وضو تازہ کر لوں میدان فرات پر گئے پانچ سو کا شکر چھوڑ کر بھاگ گیا، آپ نے وضو کرنے کیلئے فرات سے چلو میں پانی لایا تو وہ خون آکو د ہو گیا، آپ نے اسی کو اچھالا اور واپس لوٹ آئے سکرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور سر جھکایا جس کا دن تحاب وہاں جمع کمال؟ نماز ظہر کا

وقت آیا فرمائے گئے یزید یو! کچھ دیر رک جاؤ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں دو سجدے او اکر لوں، لیکن وہ ظالم یہ ملت بھی دینے پر تیار نہ تھے۔ امام عالی مقام نے ان کے عزائم دیکھ کر تکوار رکھ دی اور ظہر کی نماز کیلئے نیت باندھ لی ظالموں نے یہ نہ دیکھا کہ نماز او اکر رہے ہیں، کچھ دیر توقف کر لیں۔ بلکہ انہوں نے موقعہ غیمت جانا، چاروں طرف سے چڑھائی کر دی، تمہروں کی بوچھاڑ اور پے در پے حملوں نے نواسہ رسول کے جسم کو نڈھال کر دیا، چنانچہ گھوڑے سے گر گئے یہاں تک کہ جسم ہلہر میں اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی، مگرے ہوئے حسینؑ کے سامنے آ کر بھی کوئی وار نہ کرتا تھا پچھے سے وار کرتے۔ نیزوں سے وار ہوتے امام حسینؑ صبر و رضا اور توکل کے سارے مرحلے کامیابی سے طے کر کے شہادت کے اس مقام پر پہنچ گئے جسکی رفت و عظمت کو کوئی نہیں پاسکتا اُنکی روح کو قدیمان لفک نے ایک جلوس کی صورت میں حضور ایزدی پہنچانے کیلئے تمام انتظامات مکمل کر لیئے تھے اور روح نفس عنصری سے پرواز کرنے لگی۔ اور ہناف غبی سے ندا آئی حسینؑ اب آ جا! تو نے صبر کو کمال عطا کر دیا استقامت کو انتہا تک پہنچا دیا ہے امت مصطفیٰؐ کا سر اونچا کر دیا اے حسینؑ! آج سے تمہرے اقدام کو بنائے لا الہ قرار دے دیا جائے گا۔ اے حسینؑ اب آ جا۔ اے روح طہر! ارجمند الی ر بک راضیتہ مرغیہ جنت کے دروازے کھول دیئے گئے تا جان استقبال کے لئے گھر بے ہیں اے حسینؑ تو نے میرا سر خخر سے بلند کر دیا ہے۔ حضرت فاطمہ ہر ہر بیٹی کو شلباش دیتی ہیں علی شیر خدا، بیٹی کو آفرین کرتے ہیں۔ امام عالی مقام کی روح پاک اس طرح ہجوم ملانکہ میں اللہ کی بارگاہ میں باریاب ہوتی ہے، اور عزت پاتی ہے، آپ کا سر تن سے جد اکر دیا جاتا ہے ظالموں کے جذبہ انتقام کی پھر بھی تکین نہیں ہوتی وہ جسم ہلہر پر گھوڑے دوڑاتے ہیں تاپوں سے رونداتے ہیں انہیں خیال تک نہیں آتا کہ یہ وہ سر ہے جسے سر کار دو عالم چوما کرتے تھے۔ یہ وہ جسم ہے جسے اپنے کاندھے پر سوار کرتے تھے اور اپنی پیٹھ پر بخاکر گھنٹوں کے مل چلتے تھے۔

کوئی ہر قسم کے احساسات سے عاری تھے۔ انسانیت کو خیر آباد کہہ چکے تھے اور اسکی درندگی پر لگ آئے تھے جس پر درندگی بھی شرما تی ہے امام حسینؑ کے سر اقدس کے علاوہ انہوں نے باقی بستر غزاد کے سر بھی جسموں سے علیحدہ کئے ان کا جلوس نکلا اور ان

۳۴

کے ساتھ خانوادہ رسول کی پرپردا، حیادار خواتین کو لے کر ابن زیاد کے دربار کی طرف روانہ ہوئے، کوفہ میں اس پلید ابن زیاد کا دربار لگا ہوا تھا کہ یہ جلوس دہائی پختگی کیا۔ پھر کیا ہوا یہ آئندہ خطبہ میں بیان کیا جائے گا





jabir.abbas@yahoo.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنَّ الَّذِينَ يُؤْذَنُتُ اِلٰهٰ وَرَسُولُهُ، لَفَمَسَوَ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا<sup>۱</sup>  
وَالآخِرَةِ وَاعْدٌ لَهُمْ عِذَابًا مُهِمِّيْنَا۔

حضرات گرامی! گذشتہ جمعہ المبارک کے خطاب میں ہم نے واقعہ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بیان کیا تھا یہ بات ذہن نشین رہے کہ جن برگزیدہ ہستیوں کا ذکر گذشتہ خطاب میں ہوا ہے صاف خلہر ہے صرف وہی شہادت کربلا نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی برگزیدہ اور نامور شخصیات اسلام کی خلافت و تحدیث کے اس مرکے میں شہید ہوئی ہیں۔ جن میں فرد افراد اہر کسی کا ذکر کرنا وقت کی کمی کے پیش نظر ممکن نہیں ہے۔

## حضرت حُسَرَہ کی توبہ

ان میں سے حضرت حر بھی ہیں لور یہ وہ خوش نصیب ہیں، جنہوں نے مرکہ کربلا کے دوران اللہ کے فضل و کرم سے اپنا مقدر بدلتے کی سعادت حاصل کی، یہ زینیدی لشکر کے ایک پر سالار تھے اور سیدنا امام حسین کے مقابل لوگوں میں سے تھے، لیکن دریں اشاؤہ اپنی سواری لے کر دوران جنگ امام عالی مقام کے سامنے آئے اور پوچھا کہ اے امام عالی مقام! میں آپ کو اس جگہ لانے کا قصور وار اور گنہگار ہوں، لیکن اب تائب ہو کر آپ کے قدموں پر اپنی جان پچھا لور کرنا چاہتا ہوں تو کیا انتہا بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی میرے لئے بخشش کا کوئی امکان ہے؟ امام عالی مقام نے فرمایا توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اب بھی اگر تو باطل پرستی اور ظلم و ستم کا ساتھ دینے سے باز آجائے اور راہ حق اختیار کر لے تو آتشِ دوزخ سے نجات حاصل کر سکتا ہے، اور داعیٰ عذاب سے آزاد ہو سکتا ہے۔

حضرت حر نے جب یہ سناتے زینیدی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر امام پاک کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

نکل کر لشکر احمداء سے ملا جانے یہ نفرہ  
کہ دیکھو یوں نکتے ہیں جنم سے خداوائے

لعل بیت کرام کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے میدان کربلا میں جام  
شادوت نوش کیا۔

اس قسم کی نامور شخصیات کی شادوت کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں ہم ان سے گزین  
کرتے ہوئے نفس مضمون کی طرف آ رہے ہیں اور جو آیت کریمہ تلاوت کی ہی اس کی  
روشنی میں میدان کربلا میں پیش آنے والے واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں تاکہ جان سکیں  
کہ یہ کتنا بڑا سائز تھا اور اس میں ملوث فراہم کس قسم کے عبرت تاک انعام سے دوچار  
ہوئے۔ نہ کوہہ بالا آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے۔

”بے شک جو لوگ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ دنیا اور  
آخرت میں ان پر لعنت فرماتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے اس نے ذات آئیز عذاب تیار  
کر رکھا ہے“

### حضرت عباس کی اذیت سے صدمہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گئے چھاتے چونکہ  
جگ بدرا میں، مسلمانوں کے خلاف جگ میں شریک تھے اور لعل مکہ کی طرف سے  
ڑونے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے لعل مکہ کی نکست اور مسلمانوں کی نمایاں فتح کے بعد  
جنگی قیدی کی حشت سے مدینہ طیبہ لائے گئے اور دوسرے قیدیوں کی طرح انہیں بھی  
رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ وہ رسیوں کی اذیت سے ساری رات کر اہتے رہے، ناز و نعم میں  
پلے ہوئے تھے، نامور انسان تھے، اس لئے قید و بند کی صعوبتیں ان کے لئے انتہائی اذیت کا  
سبب بن گئیں، صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا  
چچا عباس کی تکلیف اور اذیت کے خیال سے ہمیں رات بھر نیند نہیں آئی، جب  
وہ کر اہتے تھے تو ہمیں بعد صدمہ پہنچا تھا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت حضرت عباس کھڑا تھے، ابھی تک انہوں نے

اسلام کی روشنی سے اپنے کاشانہ دل کو منور نہیں کیا تھا، کفر کی تائید و حمایت میں اسلام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آئے تھے، پھر جنگی قیدی کی حشمت سے گرفتار ہوئے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لذیت کے خیال سے تکلیف محسوس فرمائی اور ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی، صرف اس لئے کہ وہ نبی لحاظ سے رشتہ دار، سمجھے چھپا، اور اپنے خاندان کے آدمی تھے۔ صحابہ کرام سے فرمایا متاب سمجھو تو فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو۔

### حضرت حمزہ کے قاتل کو تنبیہ

اسی طرح جنگ احمد میں جب حضور کے چھپا حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور ان کا قاتل وحشی، جو غیر مسلم تھا، وہ فتح کہ کے بعد اسلام لے آیا، اور کلمہ پڑھ کر حضور کے شرف صحابیت سے بہرہ دو ہو گیا، اسلام کرتا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی جتنی خطائیں ہوں جتنے گناہ ہوں، جتنی بھی لغز شیں ہوں وہ ساری کی ساری معاف کردی جاتی ہیں لیکن چونکہ یہ وحشی حضور کے چھپا کا قاتل تھا، اور اس نے بے دردی کے ساتھ حضور کے چھپا کو قتل کیا تھا، مسلمان ہو گیا اس کی خطائیں بارگاہِ مصطفیٰ کی طرف سے معاف کر دی گئیں، اس کی لغزشوں پر قلم غنو پھیر دیا گیا، حالت کفر کے سارے مظالم توبہ کے پانی سے دھو دیئے گئے، لیکن اس کے باوجود اس وحشی سے فرماتے، کہ تمیری ساری خطائیں معاف ہو چکی ہیں، اور تو صحابی بن گیا ہے، لیکن تو میرے سامنے آنے سے گریز کیا کر، میرے سامنے سے نہ گزر اکر، کہ جب تو میری نکاحوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے اپنے پیارے چھپا کی شادوت کا منتظر یاد آ جاتا ہے، وہ دکھ درد کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اس لئے میرے سامنے کم آیا کر۔

ان کے دکھ کو دکھ جانا ان کے درد میں شریک ہوئے اور ان کی لذیت پر حضور کو بھی تکلیف ہوتی اور طویل وقت گزر جانے کے باوجود جب کبھی وہ خیال آ جاتا تو دکھ درد پھر تمازہ ہو جاتا۔ سو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور آپ کے قلب انور کے گوشہ رحمت کو جان لینے کے بعد اب جب ہم نواسہ رسول کی اس بے دردی کے ساتھ

شمید ہونے کے واقعہ کو چشم تصور میں اپنے سامنے لاتے ہیں تو معاشرے خیال آتا ہے کہ وہ رسول جو حالت کفر میں اپنے چچا عباس کے کراہی کی تکلیف گوارانہ کر سکے، وہ رسول جو اپنے چچا حمزہ کی بے دردی کی حالت میں شادوت کے دردناک منظر کو کبھی نہ بھلا سکے، اس رسول پاک کی تکلیف اور اذیت کا عالم کیا ہو گیا۔ جب دیار غیر میں بے بُی اور بے کسی کے عالم میں ‘لام عالی مقام’، جگر گوشہ رسول جنیں حضور نے اپنے کندھوں کا سوار بنایا، جنیں حضور نے اپنی گود میں کھلایا تھا، جن کو حضور نے اپنی زبان اقدس چو سائی تھی اور جن کو اپنے دل کا نکڑا اقرار دیا تھا اور کبھی بھی اپنی آنکھوں سے جدانہ ہونے دیا تھا، آپ کی روح پاک کو کریم کے تھے ہوئے سحراء میں ڈھانے گئے، ظلم و ستم سے کتنا صدمہ پہنچا ہو گا؟

اور نبی کو صدمہ اور اذیت پہنچانا کوئی معمولی جرم نہیں جو شخص یہ حرکت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب اور ذات کو مقدر کر دیتا ہے۔ تو پھر کیا عالم ہو گا ان بد بختوں کے انجام کا، ان کی عاقبت اور آخرت کا جنوں نے نواس رسول کو اذیت پہنچائی، خانوادہ رسول کی تھیں کی، اور ریگ زار کربلا میں انہیں ذبح کیا۔ ان کے جسموں پر گھوڑے دوزائے، ان کے سردن کو ان کے مبارک جسموں سے جدا کیا اندزادہ کیجئیے کہ حضور کی روح انور پر گندہ خضراء کے اندر کیا قیامت ہیتی ہو گئی؟

### حضرت ابن عباس کی روایت

متعدد ائمہ حدیث یہ واقعہ درج ہے۔ جس کے راوی حضرت ابن عباس ہیں فرماتے ہیں۔

لَيْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرِعُ النَّاسُ مُرَدِّدَاتِ يَوْمِ الْنَّحْشَانِ  
أَشْعَثُ أَغْيَبَيْهِ وَقَارُونَةَ فِيهَا دَمْ فَنَقَلتُ ! بَابِنَتْ وَافِ ! مَاهِذَا ؟  
قَالَ هَذَا دَمُ الْحَمِيمِ وَاصْحَابِهِ وَلَسْوَانَلِ التَّقْطَةِ مُسْتَدَالِيْمِ -

میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ رسول پاک خواب میں میرے پاس تشریف لے

آئے، آپ کے سر انور پر گرد سے اور آپ پریشان نظر آتے ہیں اور آپ کے دست اقدس میں ایک شیشی ہے اور اس شیشی میں خون ہے میں حیران ہو گیا اور حیرت کے عالم میں پکار اٹھا، میرے مل باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟

اور دست اقدس میں یہ شیشی کیسی ہے جس میں خون ہے؟

حضور نے فرمایا این عباس! تو دیکھ کر کلمہ پڑھنے والے بعض بد بختوں نے میرے بعد میرے بیٹھے کا کیا حشر کیا ہے؟ میں نے صبح سے شام تک سارا دن آج کر بلا میں گزارا ہے اور اپنے بیٹھے حسین نور اس کے ساتھیوں، جان شادروں اور وفاداروں کا خون اس شیشی میں جمع کیا ہے اور اب یہ خون لے کر میں اپنے اللہ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں یہ دکھانے کے لئے کہ ان بد بختوں نے تمہارے رسول کے نواسے کے ساتھ کربلا کے ریگ زار میں یہ حشر کیا ہے۔

این عباس خواب سے بیدار ہوئے کتب احادیث میں درج ہے کہ آپ اٹھے اور آپ کی زبان پر اللہ و ام الیہ راجعون کے الفاظ جاری تھے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت کیا ہے؟ فرمائے گئے

حسین این علی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا حضرت یہ کیسے پڑھ چلا؟ فرمائے گئے ابھی رسول پاک ایک تعزیتی کیفیت میں میرے سامنے تشریف لائے اور آپ نے خواب میں ہی مجھے شادت حسین کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ میں بائیس دن کے بعد پھر جب باضابطہ شادت حسین کی اطلاع حضرت این عباس اور اہل مکہ کو پہنچی۔ بائیس دن پہلے جو خبر آپ کو دی گئی تھی اس کی تصدیق ہو گئی

## حضرت اُم سلمہ کی روایت

دوسری طرف دی دوپر ہے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور کے گھر میں آرام فرمائیں حضرت سلمی فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس یعنی ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس گئی، یہ وہ حضور کی زوجہ مطہرہ جن کو آقاۓ دو جہاں نے وہ مٹی عطا کی تھی جو مٹی حضرت جبرائیل امین ریگ زار کربلا سے اٹھا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کے زمانے میں دے گئے تھے، اور یہ عرض کر گئے تھے

کہ حضور یہ اس میدان کرب و بلا کی مٹی ہے جس میں کچھ بدجنت حسین ابن علی کو آپ کے بعد شید کر دیں گے، آپ نے وہ مٹی ام سلمہ کو دے دی تھی یہ فرماتے ہوئے کہ

اذا تحولت هذه التربة وما فاعلها ان ابني قد قتل  
اے ام سلمہ جب یہ مٹی سرخ ہو جائے یعنی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا  
حسین شید کر دیا گیا ہے

حضرت سلمی فرماتی ہیں کہ میں آپ سے ملنے کے لئے گئی، میں دیکھا کہ آپ زار و ظمار رو رہی ہیں چشم ان مقدس سے آنسو رواں ہیں۔ ایک دکھ اور درد والم کی کیفیت طاری ہے میں نے پوچھا ام المومنین! رو نے کا کیا سبب ہے؟ وہ فرمائے تھیں ابھی خواب میں رسول پاک تشریف لائے تھے اور میں نے ان کو دیکھا ہے خدا کی قسم ان کی چشم ان مقدس سے بھی آنسو بہرہ رہے تھے

علی را سلی و لحیتہ تراب، قلت : مالک یا رسول اللہ !

قال شهدت قتل الحسین۔ آنفاً

آپ کے سر انور اور دلائل مبارک پر مٹی تھی۔ میں نے پوچھا آقا! یہ گرد کیسی؟ فرمائے گئے ام سلمہ! ابھی اپنے حسین کے قتل کا منتظر دیکھ کر آیا ہوں۔ میں میدان کربلا سے آیا ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے بیدار ہوتے ہی اس شیشی کو اخھلایا، جس میں مٹی پڑی تھی دیکھا تو وہ خون ہو چکی تھی، فرمائے تھیں اب حسین ابن علی شید کر دیئے گئے ہیں تو دوستو! وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس رشتے کی مناسبت سے اونی ہی بھی تکلیف گوارانہ فرماتے تھے اس رسول کو کس قدر اذیت پہنچی ہو گی؟ اس لئے وہ صبح سے شام تک اپنی روح طیبہ کے مثالی جسم کے ساتھ میدان کربلا میں تھے؟ حضور اپنے نواسہ

لئے خصائص کبریٰ ۱۲۵ : تہذیب التہذیب ۲ : ۳۴۷

( متذکر ۳: ۱۹: تہذیب ۲: ۳۵۶: ابتدایہ والنهایہ ۸: ۲۰۰ )

حسین کی شادوت کا منتظر دیکھ رہے تھے۔ جو نبی خونی رشتے کی بدولت اپنے اعزہ و اقارب کی ذرا سی تکلیف بھی گوارا نہیں فرماتے تھے اور ان کی اذیت سے بے جہیں ہو جاتے تھے اس سانحہ کے وقوع کے وقت ان کے درد والم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے! اور جو بد کردار، سفاک لوگ، اس قتل میں ملوث تھے، ان کے خلاف آپ کے غرفت بھرے جذبات کیسے ہوں گے وہ بخوبی معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ اسی حادثہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ نے ایک بار فرمایا تھا کہ

”میں دیکھتا ہوں ایک دھیمے دار کتے کو وہ میرے لال بیت کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے“

جب الام حسین میدان کر بلا میں پہنچے اور شرذی الجوش ٹکوار لرا آتا ہوا اس شاہسوار کے سامنے آیا تو اس کی شکل دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ میرے ہاتھے چ فرمایا تھا کہ میں ایک دھیمے دار برص والے کتے کو دیکھتا ہوں کہ میرے بیٹے کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے۔ اے بدجنت شر! تو ہی وہ کتاب ہے جس کی نسبت میرے ہاتھے خبر دی تھی اور میں تیرے برص کو دیکھ رہا ہوں، اور دیکھ رہا ہوں تیرے انجام کو کہ عنقریب تو ہمارے خون سے اپنے ہاتھ رنگے گا۔ این عسکر نے اس روایت کو بیان فرمایا ہے چنانچہ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ ان کا سر انور اور دیگر شہداء کر بلہ کے سروں کو نتوں سے جدا کر دیا گیا۔

اب شام ہو چکی تھی ان ظالموں نے رات اسی میدان میں بسر کی اندازہ کیجئنے کہ وہ رات کیسی قیامت کی رات ہو گی خانوادہ رسول کی مقدس بیویں خیموں میں ہیں اور رات چھا گئی ہے، اور تن سر سے جدا ہیں! اور اس طرح، بت (۷۲) شہداء کے تن ایک طرف اور سر ایک طرف ریگ زار کر بلا میں دریائے فرات کے کنارے پڑے ہیں۔ ساری رات اس قیامت کی کیفیت میں بسر ہو گئی۔

**شہادت کے بعد تاریکی اور خون کی بارش**

حضرت علامہ ابن حجر عسکری، حضرت الام سیوطی، ابن القیم، علامہ ابن جریر طبری،

علامہ ابن کثیر و دیگر آئمہ حدیث نے بھی اپنی اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے کہ

لال بیت الطمار کی شادوت کے بعد نتائج و علامات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ

جب انہیں بے دردی اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا جائے گا تو زمین و آسمان خون کے آنسو روئیں گے۔ چنانچہ شادوت امام حسین کے بعد یہ پیشناکوئی من و عن پوری ہوئی۔

### لما قتل الحسین اسودت السماء و ظہیت الکواکب نہار

جب امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سیاہ ہو گیا اور تاریکی کے باعث دن کو تارے نظر آئے گے۔

بعض کتب میں ہے کہ تین دن تک آسمان کی رنگت سرخ رہی جس پر اندر ہیرے کا گمان ہوتا تھا۔ بعض سوراخین نے یہ حدت سات دن بیان کی ہے۔ ہر طرف خون کی بادش ہونے لگی بیت المقدس تک جہاں کہیں بھی کوئی شخص اپنے ملکے سے اس کا ذہکن اخھاتا تو اس میں پالی کی جگہ خون نظر آتا زمین کے جس مقام سے پتھر کا گکرو اخھایا جاتا اس تکڑے کے نیچے سے خون کافوارہ رواں ہو جاتا، اغرض ہر سو زمین بھی قتل حسین پر رو رہی تھی اور آسمان بھی شادوت حسین پر رو رہا تھا۔ ام المؤمنین حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ رب ذو الجلال کی عزت کی تم! حسین کی شادوت کے دن میں نے جنت کو بھی روتے ہوئے دیکھا، ان کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدجنت اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے رسول کے بیٹے کو شہید کر کے اپنے اوپر رسول کی شفاعت کا دروازہ بند کر لیا ہے۔

### محرسین کا سفر

رات گزر گئی مجھ ان مقدس سروں کو نیزوں پر اخھایا گیا، اونٹوں کی سوایوں پر مقدس بیبوں کو بھلایا گیا اور یہ لٹاپنا سارا قافلہ سوئے کوفہ روانہ ہو گیا، ظالم یزیدی اس قافلے کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات کو ابن سعد کے لشکر میں سے کسی نے چاہا کہ حضرت زین العابدین کو بھی شہید کر دے لیکن ابن سعد نے کہا یہاں پچھے ہے، اسے رہنے دو!

(مساعق محرقة ۹۲: تہذیب تہذیب ۲: ۳۵۳)

مشیت ایزدی بھی تھی کہ کوئی مرد ان میں ضرور موجود رہے جس نے سب کچھ  
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور وہ حالات کامنی شاہد ہو۔

دوسرے روز اشکر یزید نے اپنی تمام لاشوں کو جمع کیا اور انہیں دفن کر کے روانگی کا  
اعلان کر دیا، مگر لال بیت کرام کی لاشوں کو دفن کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی،  
بے غیرت کمینے لوگوں نے لام پاک کے خاندان اور ساتھیوں کے جسموں اور لاشوں  
کو اسی جگہ بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

فرات کے کنارے ایک قبیلہ بن سعد آباد تھا جب انہیں پہ چلا کہ یزیدی لوگ  
الل بیت الظہر کی لاشوں کو کھلے آسمان تلتے چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو وہ فوراً وہاں پہنچ اور  
شداء کے مبارک جسموں کے کفن دفن کا انتظام کیا۔

یزیدیوں کا قافلہ، الل بیت کرام کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوا شداء کے سران کے  
پاس تھے۔ وہ سب ان زیاد کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ حضرت لام پاک کا سر  
مبارک خولی کے پاس تھا وہ کسی وجہ سے بروقت دربار میں نہیں پہنچ سکا اور سر مبارک  
اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کتنے لگا آج میں تھرے لئے دنیا و جہاں کی  
دولت لے کر آیا ہوں اس کا مطلب یہ تھا کہ جب یہ سران زیاد کے سامنے پیش ہو گا تو  
بہت سا انعام ملے گا۔

سُکَّ دل خولی بھی تان کر سو گیا مگر اس کی بیوی سر مبارک کے سامنے بیٹھ گئی اور  
ساری رات رو رکر گزار دی۔ اس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک نور ہی نور پھیلا ہوا  
ہے اور سر مبارک کے ارد گرد عجیب محل کے نورانی پیکر طواف کر رہے ہیں کچھ نہیں  
کہا جاسکتا کہ وہ خور و فرشتہ ہیں، اس جہاں کی گلوق ہیں یا عالم بلاسے آئے ہوئے ملائکہ  
ہیں وہ ساری رات یہی نظارے کرتی رہی۔

صحیح بدجنت خولی انحال اور لام پاک کا سر انور این زیاد کے پاس لے گیا لام عالی مقام کا سر  
انور باقی سرود کے ساتھ اور خانوادہ رسول کے باقی قیدیوں کے ساتھ اس بدجنت این زیاد  
کے تخت کے سامنے پیش کیا گیا وہ بدجنت اس وقت تخت پر بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں  
چھڑی تھی اس نے چھڑی لے کر سیدنا لام حسین کے دندان مبارک پر ماری اور کما دیکھے!

سر اکڑا کر چلنے والے! آج تو اپنے انعام کو پہنچ گیا۔ حضور کے ایک نایاب صحابی جو کہ بالکل نایابانہ تھے نظر کچھ کمزور تھی وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے ان کا نام زید بن ارقم تھا وہ مجلس میں موجود تھے۔ ابن زید کی چمڑی کو جب امام عالی مقام کے مبارک لبوں پر دیکھا تو وہ جیخ اٹھے اور کہا کہ کچھ تو حیا کر! میں نے اپنی آنکھوں سے حضور کے لبوں کو ان لبوں پر دیکھا ہے حضور ان لبوں کو چوہما کرتے تھے، اس نے کہا کہ اے زید بن ارقم! اگر آپ رسول کے صحابی اور بوڑھے نہ ہوتے تو میں آپ کا سر قلم کر دیتا۔

ظالم! تجھے کیا حیا ہے حضور کے صحابی کا، جس رسول کے لخت جگر سے تم یہ سلوک کر رہے ہو اس رسول کے صحابی سے حیا کرنے کا تمیں کیا حق پہنچتا ہے؟ ابن زیاد نے یہ سب کچھ کرنے کے بعد زید کی خوشنودی کے لئے امام عالی مقام کا سر انور و دیگر سروں کے جلوس کے ساتھ اور انہیں خانوادہ رسول کی برگزیدہ قیدی بیویوں کے ساتھ زید کی طرف دشمنی روانہ کر دیا۔

جب یہ قافلہ دمشق کی طرف روانہ ہوا تھا میں ایک گرجے کے قریب پڑا تو کیا وہاں انہوں نے جلی حدوج میں ایک پہاڑی پر سرخ رنگ کے ساتھ یہ شعر لکھا ہوا دیکھا

### امیر جو امّة فلت حیتا : شفاعة جدہ دین الحساب

”جس قوم نے حسین کو قتل کر دیا ہے کیا وہ قیامت کے دن ان کے ننانا جان کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے؟“

لال قافلہ نے جب یہ عجیب و غریب شعر پڑھا تو ان کے روشنگئے کھڑے ہو گئے کچھ سمجھنے سکے کہ یہ شعر اس پہاڑی پر اس قدر نمایاں صورت میں کیسے مسطور ہو گیا۔ ابھی ان پر حیرت اور دہشت کا عالم طاری تھا کہ اس گرجے میں سے ایک عیسائی پادری ان کے قریب آیا لال قافلہ نے اس کی آمد کو غمیت جانا اور پوچھا کہ یہ شعر یہاں کب سے لکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں، ہم تو اپنی پیدائش کے وقت سے دیکھتے آ رہے ہیں اور ہمارے بڑے بوڑھے بتاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی

صدیوں پلے یہ شعر یہیں لکھا ہوا تھا اور یہ عرصے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ بتانے کے لئے ک  
خالمو! وہ بدجنت گروہ تم میں سے ہو گا جو تمہیں کلمہ پڑھانے والے نبی کے نواسے کو شہید  
کر دے گا۔ اس راہب نے جب یہ کیفیت دیکھی تو پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ یہ قائلہ  
کیسا ہے؟ یہ مجاز کیا ہے؟ اس راہب کو بتایا گیا کہ یہ سر حسین ابن علی کا ہے، نبی کے لخت  
جگر کا سر ہے، یہ ان کے خاندان کی مقدس بیبیوں کا قائلہ ہے، یہ ان کی اولاد کے مقدس  
سر ہیں۔

وہ راہب کانپ اٹھا، اس کا جسم رز گیا وہ کہنے لگا خالمو میں تمہیں دس ہزار دینار دینا  
ہوں، دس ہزار دینار کے بدے ایک رات ان سرودوں کی مہمانی مجھے عطا کر دو! میں یہاںی  
ہوں، میں تمہارے دین پر ایمان نہیں رکھتا، میں تمہارا کلمہ نہیں پڑھتا لیکن سفر سمجھ کر  
میں چاہتا ہوں کہ ایک رات خدمت کر لوں۔

وہ ظالم سیم وزر کے غلام تھا، ان لوگوں نے دس ہزار دیناروں کی خاطر ایک رات  
راہب کے پاس پڑاؤ کرنا قبول کر لیا۔ راہب نے اپنے گھر کو خالی کر لیا پر وہ دار مقدس  
بیبیوں کو گھر کی چادر دیواری میں محفوظ رکھا اپنی خواتین سے کہا کہ رات بھر ان کی  
خدمت کر دی یہ مسلمانوں کے نبی کی بیٹیاں ہیں۔ اور خود یام عالی مقام کے سر انور کو ایک  
دھونے ہوئے صاف اجلے طشت میں رکھ لیا، رات کو ایک پالاہ پانی لیکر اس سر انور کو  
دھویا اس کی گرد صاف کی، ریش مبارک پر خوبیوں کا لی پھر ساری رات سر انور کے سامنے  
ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا زار و قطار روتا رہا اور یہ کہتا رہا۔ (اے حسین! میں مسلمان نہیں  
ہوں، آپ کے نانا جان کا کلمہ نہیں پڑھا پھر بھی یہ خوفناک مظہر دیکھنے سے قصر ہوں، یہ  
حریص و ذلیل اور ظالم لوگ کس بے دردی سے آپ کے خاندان کو ذبح کر کے بڑی بے  
پرواہی سے سفر کر رہے ہیں انہیں احساس ہی نہیں کہ انہوں نے کتاب پر اجرم کیا ہے۔

ساری رات اس خدمت کے عوض، خانوادہ رسول کی مقدس بیبیاں اس راہب کو  
دعا میں دیتی رہیں، سر حسین بھی زبان حال سے اسے دعائیں دیتا رہا، یہ کا یہ اس کی قست  
کا استدھ چکا، اس کی آنکھوں کے آگے سے جیبات اٹھ گئے، اور وہ نور جو خوبی کی بیوی نے  
دیکھا تھا وہ عرش سے زمین تک اس کی آنکھوں پر بھی منكشف ہو گیا اس نے دیکھا کہ

ایک نور لزا ہے اور حسین کے سر کے ارد گرد طواف کر رہا ہے۔ جب اس نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا، اور سر اقدس کے رعب و جلال کا مشاہدہ کیا، تو اس کے دل کی کیفیت ہی بدلتی گئی، اس کی محبت اور حسن عقیدت کا صلنامہ ملنے کے انتظامات ہو گئے اس وقت اس کا باطن تجلیگا اٹھا، سینہ روشن ہو گیا اور اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا، اب اس کے لئے الٰہ بیت کرام سے دور رہنا ممکن ہو گیا۔ چنانچہ جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا، اپنی منزلیں طے کرتا ہوا جب یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ پہلے ہی سے اس کا مستظر تھا اور بڑی رعوت کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔

جب سر حسین اس کے سامنے رکھا گیا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی چھڑی آپ کے دندان مبدأ ک پر ماری اور دنت پیس کر بولا! تم اپنے انعام کو پہنچ گئے ہو وہاں بھی دربار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بزرگ صحابی حضرت ابو روزہ اسلمی بھی موجود تھے، وہ یہ بے اوبی برداشت نہ کر سکے اور یزید کو ڈانت کر فرمائے گئے خلام! اس بے ہودہ حرکت اور گستاخی سے باز آ جا میں نے بارہا دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہونٹوں کو چوما کرتے تھے اور حسین ان ہونٹوں کے ساتھ زبان نبوت چوسا کرتے تھے۔

یزید پلید کو صحابی کی یہ تنقید پسند نہ آئی اور ان کی یہ بات تخت ناگوار گز ری چنانچہ انہیں دربار سے نکلوا دیا۔

## سفیرِ روم کی حیثیت اور تنقید

مجلس میں روم کا ایک بیسانی سفیر بھی موجود تھا وہ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا، آخر اس سے نہ رہا گیا اور بولا ہتاو تو سی یہ کس کا سر ہے جس کے لبوں پر یزید چھڑی مار رہا ہے اور نفرت کے ساتھ لبوں پر چھڑی مار کر بڑے تفاخر سے اور بڑی ہمکنٹ کے ساتھ فرعونیت کے روپ میں یہ کہہ رہا ہے کہ کاش! آج غزوہ بدر میں مرنے والے میرے بڑے زندہ ہوتے تو میں انہیں ہاتا کہ دیکھو ہم نے تمہارے

مرنے کا بدلہ نبی کے خاندان سے لے لیا ہے۔

بزید کے اس کھلے اعلان کے بعد کیا بھی اس کے ایمان دار ہونے کا کوئی امکان باقی رہتا ہے؟ کیا بھی اسلام کے ساتھ اور جنت کے ساتھ اور آخرت کے ساتھ بزید کے کسی تعلق کا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے، جو بر طلاق اس نواسہ رسول کے لبان اقدس پر چھڑی مار کر یہ کہہ رہا ہے کہ اگر آج میرے بزرگ زندہ ہوتے، جو صحابہ کرام کے ہاتھوں میدان بدر میں مارے گئے تھے تو میں انہیں بتاتا کہ تمہارے قتل کا بدلہ میں نے حسین کی صورت میں نبی کے خاندان سے لے لیا ہے۔

۷۔ تعلق تھا اس بدجنت کا اللہ کے نبی اور اس کے خاندان اور اس کے دین کے ساتھ، وہ عیسائی پوچھنے لگا بتاؤ تو سی یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے رسول کا بیٹا ہے، وہ عیسائی کاپ اخہ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور مجلس میں کہنے لگا خالمو! مجھے کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم قدر ناشناس، ظالم اور دینا پرست ہو اس لئے کہ ہمارے پاس ایک گرجے میں حضرت عیینی علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کا ایک نشان محفوظ ہے ہم ساری کی ساری امت سالماں سال سے اس نشان کی محکرم کرتے ہیں اور تمہارے کعبے کی طرح چل کر اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ ہم اپنے نبی کی سواری کے پاؤں کے نشان کو حرزاً جان بنائے ہوئے ہیں اور تم اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟

### ایک یہودی کی لعنت ملامت

وہاں اس مجلس میں ایک یہودی بھی موجود تھا اس نے بتایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسل سے ہوں اور اب تک ستر پہنچیں گزر چکی ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی میری بے حد تعلیم کرتے ہیں اور ایک تم ہو کہ اپنے نبی کے نواسے کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے اور اب اس پر فخر بھی کر رہے ہو تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے اپنی بد بختی پر بھنا بھی ماتم کرو کم ہے۔

### بزید کی منافقانہ سیاست

اغرض اس قسم کی گفتگو اور واقعات دربار بزید میں پیش آئے اس کے بعد اس بدجنت نے خوشی منالی اور فخر کیا۔ ابن زیاد کو انعام و اکرام دیا گیا لیکن بعد میں جب اس نے

دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدل رہے ہیں اور جس اقتدار کی خاطر اس نے یہ سارے مظالم ذھانے ہیں وہ خطرے میں ہے اور لوگ اس سے تخت نفرت کرنے لگ گئے ہیں تو اس نے فوراً پینٹرا بدلا اور بھولا مسکین بن کر کہنے لگا

"براہو ابن زیاد کا جس نے میدان کر بala میں اہل بیت کی توہین کی اور ان کے چیدہ چیدہ فراد کو قتل کیا اور نمایت سفاکی اور بے رحمی کا ثبوت دیا، میں اس کے اس فعل پر خوش نہیں ہوں، اگر وہ حسین کو زندہ لے آتا تو مجھے زیادہ خوشی نہوتی مگر اس سنگر نے بہت جبر کیا ہے اور ظلم دستم کی انتاکر دی ہے خدا اس پر لعنت کرے، وہ بست بڑی لعنت و ملامت کا مستحق ہے"

بزید کی ان مناقشہ باتوں کی بنیاد پر بعض کو تاہ اندیش اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ وہ قتل حسین سے خوش نہ تھا اور اسے اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا تھا۔

ایک سوچ رکھنے والے سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ ابن زیاد کی اس کارروائی سے ناخوش تھا تو پھر ان سے اور ابن سعد سے تعاص کیوں نہ لیا؟ چلو قتل کا تعاص لینا دور کی بات ہے، ان دونوں کو معزول کیوں نہ کیا؟ یا ان کے عمدوں میں کی کیوں نہ کی؟ ان سب صورتوں کے بر عکس ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے ان سے باز پر س تک نہ کی نہ کوئی سزا دی۔

یہ صورت حال اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اندر سے خوش تھا ان کی کاروائی کو حق بجانب جانتا تھا، بعد میں اس نے جو مگرچھ کے آنسو بھائے اور چکنی چپڑی باتیں کیں وہ سب اپنے سیاہی انجام سے بچنے اور اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے تھیں۔ کیونکہ قتل حسین نے اس کے تخت اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

بعد ازاں اس خالم نے لام عالی مقام کے سر اور باتی سروں کے بارے میں کما کہ انہیں دمشق کے بازاروں میں پھرایا جائے۔ کیا یہی بزید جو قتل حسین پر خوش نہیں ہے اگر خوش نہیں تو پھر کیا قتل حسین کے بعد کوئی گنجائش رہ گئی تھی جو اس نے سروں کی نمائش کا بھی اہتمام کیا۔

بزید پلید ابن زیاد اور ابن سعد کی سفاکانہ کا کردار گی سے بدل و جاں خوش تھا اور

محض اور سے لیپا پوتی کر رہا تھا ماکہ لوگ بد غن نہ ہو جائیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل بیت کے قافلے کو دمشق کے بازاروں میں پھر لایا گیا، شداء کے سروں کی نمائش کی گئی اور نیزوں پر لٹکے ہوئے ان سروں کا جلوس بھی نکلا گیا۔

### حُسَيْن کی اعجَازِی شان

کہتے ہیں کہ سب سے آگے امام حسین پاک کا سر بدار کتابخوبی زیدی لوگ سروں کو لے کر گھوم رہے تھے تو اس وقت ایک مکان کے قریب سے گزرے اندر سے کسی شخص کی آواز آئی، جو سورہ کف کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی۔ امر حبیت ان اصحاب الکعبۃ والرقمیوں کا فامت آیا تا عجبًا۔

”کیا تو نے سوچا کہ اصحاب کف یعنی غاروں لے لوگ ہماری عجیب نشانوں میں سے ایک نہیں تھے“ اس وقت امام پاک کے سر بدار کے فصیح زبان میں کہا  
اعجب من اصحاب الکعبۃ قتل و حملی

”میرا قتل کیا جانا اور یوں گلیوں میں پھر لایا جانا اصحاب کف کے واقعہ سے بھی عجیب تر ہے ایک شخص کا بیان ہے کہ اللہ کی عزت کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام حسین کا سر انور زید کے حکم پر دمشق میں پھر لایا جا رہا تھا ان کے نیزے کے سامنے ایک دمشق کا شخص جا رہا تھا اور وہ سورہ کف کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ اس مقام پر پہنچا کہ کف اور رقم کے لوگوں کے واقعات بہت عجیب ہیں تو اللہ پاک نے سر حسین کو زبان عطا کر دی اور امام حسین کا سر انور نیزے کی نوک سے فصیح زبان میں بولا کہ کف اور رقم کے واقعات پر تعجب کرنے والو! نواسہ رسول کا برکت کر نیزے پر سوار کیا جانا یہ کف کے واقعہ سے بھی عجیب تر ہے اور زیادہ دردناک ہے۔

امام عالی مقام کے اس واقعہ کے بعد امام عالی مقام کے اس مقدس قافلے اور ان بیبویوں کو پھر مدینہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ لٹاپا قافلہ حضرت زین العابدین کی قیادت میں جب مدینہ پہنچا تو شریعت مدینہ کی گلیوں میں قیامت پا ہو گئی ایک کرام بخش گیا۔ ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہاں کے ذرات کا عالم کیا ہو گا؟ مدینے

کی گلیوں کی جس خاک پر حسین کا بچپن گزرا تھا اس خاک کے ذریعے اس لئے ہوئے  
قابلے کو دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے؟ مدینے کی فضاوں میں جہاں حسین اپنے نبا کے  
کندھوں پر سولہ ہو کر سانس لیتے رہے ان فضاوں کی افسوسگی کا عالم کیا ہوا ہو گا؟ مدینے  
کے درودیوار کیا کہتے ہوں گے؟ وہاں کے بزرگ اور نوجوان کیا سوچ رہے ہوں گے امرے  
گندہ غفراء کے سائے کیا کہتے ہوں گے اور حضور کے روپہ ملٹر کی فضائیں کیا کہتی  
ہوں گی؟ یہ معاملہ تو اللہ ہی بستر جانتا ہے۔

### بیزید کی فرعونیت و مُحْمَّدؐ کی تفصیلات

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد بیزید بدجنت میں فرعونیت آگئی، مزید قادر نیت آ  
گئی، اس کی بدکاری میں اضافہ ہو گیا نشہ افتخار میں مزید دھت ہو گیا۔ شرابی تو پسلے ہی تھا  
لیکن اب شراب خوری کی کوئی حد نہ رہی، بدکار تو پسلے ہی تھا لیکن اب سوتیلی ماوں بننوں  
اور بیٹیوں کے ساتھ بھی بدکاری کرنے لگا۔

اغرض عیوب و نقائص کا مجسمہ بن گیا اور اس کا قلم و ستم اتنا کو پہنچ گیا، لوٹ مار کی  
کوئی حد نہ رہی حضرت عبد اللہ بن حنظله، غسل الملائکہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے  
یہ سب کچھ دیکھا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اب اس کی بیعت کا انکار کرنا ضروری ہو گیا ہے  
و گرنہ ممکن ہے کہ اللہ کا عذاب تازل ہو جائے اور آسمان سے پھر برنسے لگیں۔ چنانچہ  
مدینہ اور مکہ والوں نے بر مطابق بیزید کی بیعت کو توڑا لایا اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے سے  
انکار کر دیا اس کو بیزید نے اپنے خلاف بخلافت سمجھا اور مسلم بن عقبہ کی زیر قیادت میں  
ہزار فوجیوں کا لشکر تیار کیا اور کما کہ جاؤ مدینے پر حملہ کر دلوں میں تین دن کے لئے تم پر  
مدینہ کو حلال کرتا ہوں جو تمہارے جی میں آئے کرو تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔  
یہ کردار ہے اس بیزید کا

جسے کبھی میر المؤمنین کہا جاتا ہے اور کبھی اس کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھا  
لور لکھا جاتا ہے۔ کبھی اسے مومن اور جنتی قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ بیزید یہ ہے اس کا  
دنی کردار یہ ہے اس کی جنتی سیرت، جو میں ہزار کا لشکر نواسہ رسول کی شہادت کے بعد  
مدینے کو تاخت و تداج کرنے کے لئے بھیج رہا ہے چنانچہ مشور واقعہ حرہ پیش آیا بیزیدی

فوج نے مدینے کے لشکر کا محاصرہ کر لیا شہر مدینہ کا گھیراً کر لیا انہوں نے خندق سے اپنی محافظت کی یہ پھراؤ کرتے رہے اور نفرے بلند کرتے رہے کہ آؤ اب ہم بدر اور احد کے اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنے چھوڑے اپنے خچراپنے اونٹ اپنی سواریاں حضور کے روضہ اطہر اور مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیں۔ مسجد نبوی ویران ہو گئی اس کی بے حرمتی ہونے لگی تین دن تک میرے آقا کی مسجد میں اذان متعطل رہی، نمازیں متعطل ہو گئیں اور تین دن تک قتل عام جاری رہا۔

آپ و فاء الوفاء ابن کثیر اور تاریخ حفظ الحلفاء جیسی معتبر کتب تواریخ دیر احنا کر دیکھیں تب آپ کو پوچھتے چلے گا کہ یزیدی لشکر نے مدینہ طیبہ پر کیا قیامت ڈھائی۔ صحابہ کرام، صحابیات، تابعین اور تابعین میں سے تقریباً دس ہزار مقدس ہستیوں کو بے دریغ تفعیل کیا۔ خواتین کی بے حرمتی کی، اور عوام پر بے پناہ تشدد روا رکھا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسی موقع پر شہید ہوئیں اور حضور کے صحابی ابوسعید خدری جو ناپینا ہو گئے تھے ان کی داڑھی مبارک سفید تھی حضور کے دیدار کی طلب لے کر مدینہ میں مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے کہ یزیدی لشکر نے پوچھا بابا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگے میں آقا دو جہاں کا صحابی ہوں، ابو سعید خدری میرا نام ہے، ان طالبوں نے ان کی داڑھی مبارک پکڑ کر ٹھانچے مارے اور واپس گھر بھیج دیا۔

تین دن تک مسجد نبوی کی عبادتیں، نمازیں جماعتیں متعطل رہیں۔ حضرت سعید بن مسیتب جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ میں پاگل دیوان اور مجنوں بن کر مسجد نبوی میں حضور کے روضہ اطہر میں منبر کے قریب چھپ گیا۔ پکڑا بھی گیا لیکن مجنوں سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ میرا دل گوارانہ کرتا تھا کہ اس کیفیت میں اپنے آقا کا مزار چھوڑ کر اپنے گھر جاؤں تین دن اور تین راتیں اسی منبر میں بیٹھا رہا، کوئی اذان کی آواز مسجد میں نہ اٹھتی تھی جماعت کا اہتمام نہ تھا، کہتے ہیں کہ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم نماز کا وقت آتا تو مجھے روضہ رسول سے اذان و تکبیر کی آواز آتی تھی اور میں روضہ رسول کی اذان کوں کر نمازیں ادا کرتا تھا۔

یہاں اپنے مقاصد اور ناپاک عزم کو پورا کرنے کے بعد وہ مکہ کی طرف لوٹے

چونکہ مکہ میں بھی یزید کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اہل مکہ کو بھی سزا دیں۔

### مسلم بن عقبہ کا انجام

ای اثناء میں یزیدی لشکر کا پہ سالار مسلم بن عقبہ مر گیا جس نے مدینہ پاک کی کھلے بندوں پر حربتی کی تھی، وہ مدینہ طیبہ جس کیلئے صحیح مسلم اخفا کر دیا کہنے میرے آقا فرماتے ہیں کہ یہ شک جو شخص میرے شہر مدینہ کے لوگوں کو معمولی سا بھی خوف زدہ کرے گا اللہ پاک اسے یوں ختم کر دے گا جس طرح نہک پانی میں پھل کر ختم ہو جاتا ہے دوسری حدیث ہے۔

جو میرے مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ پاک اور فرشتے قیامت نہ کے اس پر لعنت کرتے چلے جائیں گے۔ یہ احادیث مبارکہ میں تجوب ہے کہ شہر مدینہ میں رہنے والے ایک بدہمی کو ہر اسال کرنے والا اتو خدا کی لعنت اور دنیا و آخرت کے عذاب کا مستحق نہ ہے اور نواسہ رسول اور پورے خانوادہ رسول کو کچل دینے والا اور ان کی شہادت پر فتح و نصرت کے جشن منانے والا بہستور موسک رہے، کم الازکم یہ بات ہماری کنجھ سے بالآخر ہے۔ مدینہ پر حملہ کرنے والا یزیدی لشکر کا پہ سالار جب مر گیا تو ایک عورت کے ول میں خیال آیا اس شخص نے ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ ذرا اس کا حال تو معلوم کرنا چاہئے، روشن تحریر اور ایمان دار عورت تھی۔ اس را عالمی نظر سے بہرہ در تھی جو عالم برزخ کے واقعات کو بھی دیکھے لیتی ہے۔

پرانچے اس نے آ کر تبرکھودی تو یہ منتظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ دوازدھے اس کی قبر میں موجود ہیں ایک اس کے سر پر پھنکا رہا ہے اور دوسرا انگلوں کے ساتھ لپٹا ہوا ہے۔

قرآن پاک نے ایسے ملعونوں کے لئے پہلے ہی بتا دیا ہوا ہے کہ عذاب ان کا مقدر

ہے۔

لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعذلهم عذاباً مهيباً (سورة الحزاب)

”دنیا و آخرت میں خدا نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے ذات آمیز

عذاب تیار کیا ہوا ہے۔“

## یزید کا عبرت اک انعام

یزید یوں نے مکہ مکرہ کی طرف پیش قدم کی، وہاں پہنچ کر محاصرہ کر لیا پھر ان حرکات کا آغاز ہوا جن کا ایک مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دو میین تک حرم مکہ کی بے حرمتی کی گئی خانہ کعبہ کے غلاف کو آگ سے جلا دیا گیا۔ خانہ کعبہ پر یزیدی شکر نے پھراؤ کیا اس کی چھٹ اڑ گئی۔ خانہ کعبہ کی عمارت شکستہ ہو گئی۔ مکہ کے لوگوں کو شہید کیا گیا۔ اسی اثناء میں جب مکہ میں کعبہ شریف پر آگ بر سائی جاری تھی اور پھراؤ کیا جا رہا تھا میں اسی وقت اطلاع آئی کہ بد بخت یزید ایزیاں رُجڑ رُجڑ کر مر گیا ہے۔ جب اس کے حکم سے مکہ مکرہ پر آگ اور پھر کی بارش کی جاری تھی وہ اس وقت درد قونج میں بنتا تھا۔ تین دن تک درد سے تراپتا اور بال بلا تراہ اور حکومت کرنے کی حضرت ولی میں لئے واصل جہنم ہو گیا۔

## یزیدیت، مردہ باد

شکر یزید نے محاصرہ ختم کر دیا اور دمشق کی طرف لوٹ گیا ظلم و ستم اور جور بر بریت کا ایک دور ختم ہو گیا، فتن و فجور ظلم و جبر، تباہی و بیربادی اور مباحثات کا جو طوفان، یزید کی سر کردگی میں بڑی تیزی سے اٹھا تھا اور ہر قدر انسانی کو پامال کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہیں رک گیا اور یزید کے مرتے ہی ہر طرف سکون چھا گیا یزید کو اس کے اعمال کی قباحتوں سمیت قبر میں دفن کر دیا گیا وہ اس دنیا سے بدنامی، لعنت، نفرت اور آگ کا طوق گلے میں ڈال کر بیٹھ کے لئے رخصت ہو گیا۔ اس کے مظالم اس کے ساتھ ہی چلے گئے۔ آج کوئی اچھے الفاظ میں اسے یاد کرنے والا نہیں، ہر کوئی اس پر لعنت بھیجا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔

## حسینیت زندہ ہے

اس کے بر عکس امام حسین پاک رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اس دار فانی کو چھوڑ کر چلے گئے اور قبر میں تشریف لے گئے لیکن آج بھی کروزوں افراد ان کی یاد میں آنسو بہانے والے، اپنی چاہتوں کا نذر انہ پیش کرنے والے اور ان کی مدح و ستاش کرنے والے موجود ہیں جو ان کے کردار کو سراہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ امام حسین حق پرستوں

۶۸

کے شہنشاہ اور راہ حق میں جان دینے والوں کے امام تھے اس لئے دین و ایمان کے راستے میں  
شہید ہونے کے باعث وہ آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کی یادیں اسی  
طرح قائم رہیں گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ بزید ہے  
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد